ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

3 شعبان المعظم 1443ھ | مارچ 2022ء

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے

92 سال

- موسم بہار کی آمد اور سیاسی موسم کی گرمی
- سالانہ دس روزہ ختم نبوت کورس
- روشن خیالی یا تاریک خیالی
- اسلام کا تصورِ تفریح اور موجودہ معاشرہ

- حدیث ثقلین سے حق خلافت کا استدلال درست نہیں
- الحیاء من الایمان
- شب برات کی حقیقت
- آوازِ دل

تعارف واپیل

- ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۲۸ رنومبر ۱۹۶۱ء کو کرایہ کے ایک مکان میں "مدرسہ معمورہ" ملتان کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۹ء میں یہ مدرسہ دارِ بنی ہاشم میں منتقل ہوا۔ ۱۹۹۰ء میں "جامعہ بستانِ عائشہ" قائم کر کے بچیوں کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ الحمد للہ اس وقت دونوں مدارس میں حفظ قرآن، ترجمہ وتفسیر اور فقہ وحدیث کی تعلیم جاری ہے۔ مدرسہ معمورہ میں دارالقرآن دفاتر اور لائبریری ہال کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے جبکہ ہاسٹل، درس گاہوں اور کانفرنس ہال کی تعمیر باقی ہے۔
- جامع مسجد احرار چناب نگر، مسلمانوں کا پہلا مرکز ۲۷ رفروری ۱۹۷۶ کو قائم ہوا۔ جس میں مدرسہ ختم نبوت قائم ہے جہاں ڈیڑھ سو سے زائد طلباء حفظ قرآن کریم اور مڈل تک عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر سے ملحق مدرسہ، لائبریری ہال، دارالقرآن، بخاری ماڈل ہائی اسکول، ہاسٹل اور اساتذہ کالونی کے لیے وسیع وعریض منصوبہ کے تحت جلد ہی کام شروع کیا جا رہا ہے۔ جبکہ چناب نگر اور چنیوٹ میں مساجد کی جزوی تعمیر باقی ہے۔ علاوہ ازیں چناب نگر میں "مسلم ہسپتال" کی تعمیر بھی شروع کی جا رہی ہے۔
- ملتان اور چناب نگر کے مدارس کے رہائشی طلباء و اساتذہ کی جملہ ضروریات ادارہ ہی کے ذمہ ہیں۔
- مدارس کا سالانہ خرچ تقریباً تین کروڑ روپے ہے۔ گندم کا سالانہ خرچ تقریباً ایک ہزار من ہے۔ جو محض اللہ کے فضل و کرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔ تعمیرات اور دیگر اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔
- احباب سے درخواست ہے کہ اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات مدرسہ معمورہ کو عنایت فرمائیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری، حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہما اللہ کے جاری کردہ اس دینی فیض کو عام کرنے میں ہمارے معاون بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

ترسیل زر کے لیے

بذریعہ بینک: آن لائن، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5010030736200010 برانچ کوڈ 0729 "دی بینک آف پنجاب" ملتان

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: 07290160065740001

بذریعہ منی آرڈر: سید محمد کفیل بخاری، مہتمم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان

061-4511961, 0300-6326621

الداعی سید محمد کفیل بخاری / مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 33 شمارہ 03 مارچ 2022ء / شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	موسم بہار کی آمد اور سیاسی موسم کی گرمی	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرہ	سالانہ دس روزہ ختم نبوت کورس	ڈاکٹر محمد آصف	3
افکار	روشن خیالی یا تاریک خیالی	ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین للہی ؒ	5
״	اسلام کا تصورِ تفریح اور موجودہ معاشرہ	مولانا سفیان علی فاروقی	10
دین و دانش	حدیث ثقلین سے حق خلافت کا استدلال درست نہیں	عطاء محمد جنجوعہ	13
״	سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	17
״	الحیاء من الایمان	حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نوراللہ مرقدہٗ	20
״	دعوتی و اصلاحی پیغام (قسط نمبر 3)	عطاء محمد جنجوعہ	23
ادب	پیغام	حبیب الرحمٰن بٹالوی	26
״	حاصلِ مطالعہ	محمد یوسف شاد	28
الاستفتاء	شب برات کی حقیقت	ادارہ	29
مطالعہ قادیانیت	آوازِ دل	شیخ راحیل احمد مرحوم	30
یادِ رفتگان	حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ ؒ کی یادیں	قاری محمد بن قاری محمد صدیق	40
״	مولانا ظہور احمد بگویؒ...... تحریک آزادی و حریت کا استعارہ	انتظار احمد اسد	45
تاریخ احرار	تاریخ احرار (قسط نمبر 23)	مفکر احرار چودھری افضل حق ؒ	50
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	57
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

★★★★

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 300/- روپے

بیرون ملک ——— 5000/- روپے

فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

رابطہ

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات سید محمد کفیل بخاری

موسم بہار کی آمد اور سیاسی موسم کی گرمی

حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے وزیراعظم عمران خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد لانے کا عندیہ دیا ہے لیکن ابھی تک کوئی حتمی تاریخ متعین نہیں کی گئی۔ سیاسی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ مارچ کا مہینہ ''تبدیلیوں'' کا مہینہ ہے، کئی اہم فیصلے ہوں گے اور مستقبل کی حکومت کے حوالے سے منصوبہ بندی ہوگی۔ پی ڈی ایم کے سربراہ اور جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن، مسلم لیگ ن کے صدر شہباز شریف اور پیپلز پارٹی کے شریک چیئر مین آصف علی زرداری کی آپس میں ملاقاتیں اور پھر حکومتی اتحادی مسلم لیگ ق کے صدر چودھری شجاعت حسین، سپیکر پنجاب اسمبلی چودھری پرویز الٰہی اور ایم کیو ایم کی قیادت سے اپوزیشن لیڈرز کی ملاقاتیں مستقبل کے سیاسی منظر کا ہی پیش خیمہ ہیں۔ موسمِ بہار کی آمد پر سیاسی موسم کی گرمی اور تپش کا مطلب ہے کہ ''دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔'' مولانا فضل الرحمٰن دانا سیاست دان ہیں اور مسلم لیگ و پیپلز پارٹی کی سیاسی کہہ مکرنیوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لیے پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے ہیں۔ اللہ کرے وہ سیاسی جگلروں کی چکر بازیوں کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔ ادھر حکمران جماعت پی ٹی آئی کے اندر بھی انتشار کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ جہانگیر ترین پی ٹی آئی کے اندر رہتے ہوئے حکومت سے مطمئن نہیں۔ وہ اپنے دھڑے کے ارکان اسمبلی کے ساتھ ''سیاسی انتظار گاہ'' میں بیٹھے کسی نئی ذمے داری کے تفویض ہونے کے منتظر ہیں۔ سیاسی شطرنج کا ماہرین میں پخت و پز جاری ہے۔ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے لیکن یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ: جی کا جانا ٹھر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا، قطع نظر اس کے تحریک عدم اعتماد کامیاب ہوتی ہے یا ناکام، پیش بھی ہوتی ہے یا نہیں، یہ بات حقیقت ہے کہ موجودہ حکومت عوام سے کیے وعدے پورے نہیں کر سکی۔ روز افزوں مہنگائی نے غریب و امیر دونوں کی زندگی مشکل کر دی ہے۔ معاشی طور پر ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا ہے۔ عالمی مالیاتی اداروں نے پاکستانی معیشت پر مکمل کنٹرول کر لیا ہے۔ ملک پر عملاً حکومت عوام کی نہیں بلکہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر کم ہو رہے ہیں، سٹیٹ بینک ہمارے کنٹرول میں نہیں رہا۔ موٹروے بھی آئی ایم ایف کے پاس گروی ہے۔ جس کے بدلے میں ایک ارب ڈالر قرض ملا ہے۔ سعودی عرب سے 3 ارب ڈالر قرض لیا ہے۔ اب حکومتی ماہرین معیشت نے عوام سے سونا بطور قرض لینے کا اعلان کیا ہے۔ یعنی غریب عوام کی جمع پونجی بھی اُن کی جیبوں سے نکال کر انہیں دربدر ہونے اور بھوکے مرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمارے گناہ معاف فرمائے اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ڈاکٹر محمد آصف

سالانہ دس روزہ ختم نبوت کورس

مجلس احرار اسلام کے دیگر شعبوں کے علاوہ ایک اہم ترین شعبہ ’’شعبہ تبلیغ‘‘ ہے۔ جولائی 1934ء کو آل انڈیا احرار ورکنگ کمیٹی امرتسر کے اجلاس میں اس شعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس اہم ترین شعبہ کے مبلغین نے چند سالوں کے اندر زبردست تبلیغی خدمات سرانجام دیں جہاں لاکھوں مسلمانوں کو مسئلہ ختم نبوت کی علمی، دینی، قانونی اور سیاسی اہمیت سمجھائی وہاں بہترین داعیانہ اسلوب کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیگر غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ ہزاروں مرتدین کو تائب کر کے دوبارہ اسلام میں شامل کیا۔

الحمدللہ آج بھی مجلس احرار اسلام کا ’’شعبہ تبلیغ‘‘ اعلائے کلمۃ الحق، نفاذ اسلام کی پرامن جدوجہد، آئین کی بالادستی اور وطن کی محبت کا علمبردار، زبان وقلم کے ذریعے نیکی کے ہر کام میں تعاون اور برائی کے ہر کام کی ممانعت کے اصول پر کاربند ہے اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں، قدیم وجدید فتنوں کے شکار لوگوں کو بہترین داعیانہ اسلوب کے ساتھ دعوت دے کر بے شمار لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن رہا ہے۔

محترم قارئین عملی کج روی پر کسی کی تنبیہ اور اس کو راہ ہدایت پر لانا بہت آسان ہے لیکن فکری کج روی کو درست کرنا بے حد مشکل کام ہے کبھی ذہن کے فنکشن (FUNCTION) اس کی نفسیات اور اس کے طریقہ کار کو پڑھے تو بات سمجھنا آپ کے لیے آسان ہو جائے گا۔ مختصراً بس اتنا بتادوں کہ ذہن کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہوتا ہے اگر اس کو ایک اچھی چیز بھی آپ زور زبردستی سے منوانے کی کوشش کریں گے تو وہ کبھی نہیں مانے گا۔ اور اسی جگہ پر آپ ایک بری اور نقصان دہ چیز کو بھی ایک اچھے پیرائے اور سانچے میں ڈھال کر پیش کریں گے تو وہ ذہن اس کے نقصانات کی پرواہ کیئے بغیر اس مٹھاس اور اسلوب گفتار کی عمدگی کی بناء پر اس نظریے کو قبول کر لے گا یعنی ذہن تھوپنے کو اور تلخی کو قبول نہیں کرتا۔

کنونس (CONWINCE) کرنے، منانے اور موٹیویٹ (MOTIVATE) کرنے کو قبول کرتا ہے۔ آج باطل اس نفسیات کو سمجھ کر اپنے گمراہ کن نظریات بھی بڑے دلربا اسلوب میں ڈھال کر ایک دنیا کو مسخر کر رہا ہے۔ مگر حق والے نہ تو اس نفسیات کو سمجھ کر اسے استعمال کر پا رہے ہیں اور نہ ہی **اُدْعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَن**۔ (سورۃ النحل: آیت نمبر 125)

(ترجمہ): اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو۔ اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ (آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی صاحب)

ذہن تلخی کو قبول نہیں کرتا اسی لیے تو اللہ تعالی نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ،وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ،فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ .(سورة العمران آيت نمبر 159)

(ترجمہ): سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے، سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں۔(تفسیر عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

لہٰذا اس داعیانہ کردار کے حامل داعیان تیار کرنے کیلئے ''شعبہ تبلیغ'' کے ذریعے مختلف شہروں میں دس دن کا کورس کروایا جاتا ہے۔ اس سال یہ کورس مرکز احرار مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم مہربان کالونی ایم ڈی اے چوک ملتان میں 4/مارچ تا 15/مارچ 2022ء تک امیر مرکزیہ نواسہ امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ کی زیر نگرانی منعقد ہو رہا ہے۔

ختم نبوت کورس کے مقاصد:

☆......عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر ایسے داعیان الی اللہ کو تیار کرنا ہمارا مقصد ہے جو!

☆......اسلامی روایت اور اپنی تہذیب کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ میں پیدا شدہ قدیم و جدید فتنوں بابی، بہائی، قادیانی نظام کو گہرائی سے سمجھتے ہوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان سے بچانے کے لیے اور عوام کو قادیانیت کی حقیقت سے باخبر کرنے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

☆......آج کے عہد کا شعور رکھتے ہوئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی روشنی میں دعوت اسلام کا فریضہ اعلیٰ اخلاق، اسلوب دعوت اور مؤثر طریقہ کار کے ساتھ انجام دیں۔

☆......تقویٰ، سچائی، نظم و ضبط، انسانیت کی محبت، صبر و تحمل اور بردباری کے اعلیٰ اوصاف کے ساتھ دعوت کے میدان میں جہد آزما ہوں۔

☆......اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق انسانیت کے لیے احساس، نرمی اور ہمدردی کا رویہ رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کا کام کریں۔

نوٹ: ......ملک بھر کے جو بھی احرار کارکن اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں چاہے وہ سکول و کالجز سے پڑھے ہوں یا کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل کی ہو، اس کورس سے ضرور فائدہ اٹھائیں اپنا وقت نکال کر دس دن کا مکمل قیام کریں۔

شرائط داخلہ و طریقہ کار:

(1)......کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس۔ (2)......اصل شناختی کارڈ ساتھ رکھیں۔

(3)......موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔ (4)......مرکز میں قیام و طعام کا معقول انتظام ہوگا۔

(5)......کلاسز صبح سے شام تک ہوں گی۔ (6)......مغرب تا عشاء عوامی نشست ہوگی۔

رابطہ: 0300-6385277, 0308-2582958

ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفۂ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ)

روشن خیالی یا تاریک خیالی

تہذیب مغرب:

مغربی تہذیب وتمدن اسلامی تہذیب وتمدن کے بالکل برعکس Opposite تہذیب ہے مسلمانوں کو قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یعنی غیر محرم عورت مرد ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اس طرح اسلام نے بدکاری کی پہلے ہی قدم پر روک تھام کر دی ہے اور مسلمانوں کو ایک پاکیزہ معاشرہ عطاء کیا ہے لیکن مغربی معاشرہ میں ہر جگہ مخلوط سوسائٹی ہے، تعلیمی اداروں میں، دفتروں میں، دکانوں میں، ریلوں اور بسوں میں، کھیلوں میں، ریسوں میں، اسمبلیوں میں ہر جگہ مرد اور عورتیں بے محابا اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں جس سے شہوانی جذبات میں تحریک ہوتی ہے اور اس طرح بدکاری کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ (الا ماشاءاللہ)

لیکن اسلام ان باتوں کی قطعاً اجازت نہیں دیتا فضیلۃ الشیخ ابو محمد جمال عبدالرحمٰن اسماعیل اپنی کتاب ''وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ'' میں لکھتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ:) اسلام نے اجنبی عورتوں مردوں کے اختلاط کو حرام قرار دیا ہے اور عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے (بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے) کیونکہ اختلاط کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت امعانِ نظر سے مردوں کو دیکھتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ''وَهِيَ لَاشَکَّ لِتَشْتَهِي مِنَ الرَّجُلِ مَایَشْتَهِيهِ الرَّجُلُ مِنْهَا'' یعنی عورت مردوں کی طرف راغب ہوتی ہے جیسا کہ مرد عورتوں کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مرد کا عورتوں کو امعان نظر سے دیکھنا ان کے جسم کے ڈیل ڈول کو دیکھنا، ان کی آواز سننا اور ان کی تمام حرکات کو دیکھنا، بالخصوص دفتروں اور دکانوں میں مدارس اور کالجوں میں، یونیورسٹیوں اور ہسپتالوں میں اور سفر کے دوران آپس میں گفتگو کرنا ہنسنا بولنا ایک دوسرے کو دیکھنا اور مشاورت کرنا، ان سب باتوں کا نتیجہ کبھی قابل تعریف اور اچھا برآمد نہیں ہوا، اسی طرح اجنبی مردوں عورتوں کا شب کو اختلاط (جیسا کہ اکثر ہوٹلوں میں ہوتا ہے) فحاشی اور بدکاری پر منتج ہوتا ہے۔

(لاتقربوالفواحش، ص 121 مطبوعہ ریاض)

چنانچہ اس مادر پدر آزاد تہذیب کے نتائج اور ثمرات آج ہر آدمی کھلی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ اگر تہذیب کا پہیہ اسی طرح چلتا رہا اور ساری دنیا کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو کچھ عرصہ کے بعد خدانخواستہ یہ بھی پتہ نہ چل سکے گا کہ کون کس کا بیٹا اور کس کا پوتا ہے؟ اس تہذیب کے نتیجہ میں دنیا سے نسب ونسل کی تقدیس ختم ہو رہی ہے جبکہ

انسانیت کی پہچان اور انسان کی شرافت وکرامت کا نشان اسی نسب ونسل سے دنیا میں قائم ہے۔

اسلام کے نادان دوست:

بعض لوگ اس مغربی تہذیب وتمدن سے اتنے مرعوب ومتاثر ہیں کہ وہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کو بھی اسی سانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور مغربی طرزِ حیات اور اسلامی احکامات کا ایک ملغوبہ بنا کر سلف صالحین کی راہ سے ہٹ کر (وہ سلف صالحین جن کے نقش قدم پر چلنے کی ہر مسلمان اپنی ہر نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) قرآن وحدیث کی من مانی تشریح کر کے اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کو متجدد (بغیر اہلیت کے خواہ مخواہ مجدد بننے والے) کہا جاتا ہے۔

اس دور کے متجددین:

یہ وہ لوگ ہیں جن کو روشن خیالی کا ہیضہ ہوگیا ہے۔ انہوں نے کچھ جدید سائنسی انکشافات اور ان کے فارمولے جمع کر کے ان کے ساتھ بعض صوفیاء کرام کے اقوال اور ان کی شطحیات کو ملا کر ایک ملغوبہ بنایا ہے۔ بقول مولانا رومؒ

حرف درویشاں بہ دزد و مرد دوں
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

(بعض گھٹیا قسم کے لوگ بزرگوں کے ملفوظات رٹ لیتے ہیں جبکہ وہ خود ان اوصاف سے خالی ہوتے ہیں اور لوگوں میں بیان کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو ان چرائے ہوئے کلمات سے اپنا گرویدہ بنائیں)

اس کے ساتھ حروف ابجد کے اعداد کی جمع تفریق کر کے اور قرآنی آیات اور حرف مقطعات کے مستند مفسرین اور محققین کی تشریحات وتصریحات کے برعکس الٹے سیدھے معانی بیان کر کے دین سے بے خبر اور کم علم لوگوں پر اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ بعض لوگ عربی زبان میں تھوڑی بہت شدھ بدھ پیدا کر کے اجتہاد کا دم بھرنے لگتے ہیں اور مجتہد بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان بے چاروں کو معلوم نہیں کہ اجتہاد ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کو منشاء خداوندی اور منشائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع رکھ کر سرانجام دیا جاتا ہے اس کے لیے بہت سے علوم کی ضرورت ہوتی ہے اولاً عربی زبان اور اس کی لغت اور معانی سے پوری طرح واقف ہونا پھر قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو راسخین فی العلم‘‘ اساتذہ سے ٹھیک ٹھیک سمجھنا اور سابقہ ائمہ مجتہدین اسلام کے علوم پر حاوی ہونا اور جدید دور کے علوم ومسائل سے واقف ہونا اور ان کو نصوص قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کرنا اور اس سب کے ساتھ اخلاص، خوف خدا اور تقویٰ سے مزین ہونا اور اپنے آپ کو عملی طور پر، احکام شریعت

یعنی فرائض وواجبات اور سنن نبوی کا پابند اور متبع بنانا کہ تاکہ حق تعالیٰ کی طرف سے نور بصیرت عطا ہو اور اس کی روشنی میں اس بھاری ذمہ داری کو ادا کیا جائے۔ ایسی ہی اور بہت سی شرائط ہیں جو مجتہد کے لیے لازمی ہیں جب کسی شخص میں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جاتی ہو تو وہ اجتہاد ایسے ہی کرے گا جیسے ایران کے محمد علی باب اور بہاء اللہ نے کیا تھا اور قادیان کے مرزا غلام احمد نے کیا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔(العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل وہدایت نصیب فرمائیں، آمین)

(یاد رہے کہ موجودہ دور میں اسلامی ممالک کے چند جید علماء نے جو تمام فقہی مسالک سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی حد تک اجتہاد کی مندرجہ بالا شرائط پر پورے اترتے ہیں۔ ایک اکیڈمی قائم کی ہے جس کا نام ''مجمع الفقہ الاسلامی'' ہے اور اس کے اجلاس مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں وقفہ وقفہ سے ہوتے رہتے ہیں جن میں جدید دور کے جدید پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن وحدیث اور سابقہ ائمہ فقہ کے اصول استدلال واستنباط کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے اور اسے کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس مجلس کو دنیائے اسلام کے تمام جید علماء کی تائید حاصل ہے)

ایک مضحکہ خیز دعویٰ:

ان تجدد پسند لوگوں میں سے بعض نے ایک مضحکہ خیز دعویٰ یہ کیا ہے کہ وہ مشہور سائنسدان آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت اور زمان ومکان اور مادہ توانائی کے قانون کے مطابق ایک ایسی تھیوری بنا سکتے ہیں جس سے کہ پاکستان کا ایک باسی ایک خاص ترکیب سے آنِ واحد میں امریکہ میں یا یورپ کے کسی ملک میں پہنچ جائے گا یہ بھی دین سے بے خبر اور کم علم لوگوں پر اپنی علمیت کا رعب جمانے کی ایک ترکیب ہے اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب اتنے کمالات کے مالک ہیں تو وہ دین اسلام کی تجدید کرنے کے بھی اہل ہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) یہ کمال تو کافر دجال کو بھی حاصل ہوگا کہ وہ آن واحد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جائے گا۔ ان لوگوں کو یہ تو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی آدمی کسی ترکیب سے آن واحد میں یورپ یا امریکہ پہنچ جائے تو اسے کون سا انسانیت کا کمال حاصل ہو جائے گا؟ کیا اسے وہاں سکون وطمانیت کے سارے وسائل میسر آ جائیں گے کیا وہ امریکہ یا یورپ میں کبھی بیمار نہ ہوگا؟ کبھی بوڑھا نہ ہوگا اور کبھی اسے موت نہیں آئے گی؟ کیا ان مغربی لوگوں کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہے۔ جس سے ان کو دوامی زندگی حاصل ہوگئی ہے اور وہ کبھی موت کے منہ میں نہ جائیں گے؟ جب ایسی کوئی بات نہیں ہے تو ایک لمحہ میں امریکہ میں یا یورپ میں پہنچ جانے کا کیا فائدہ؟ سوائے اس کے کہ وہ وہاں چند روز مادر پدر آزادی کے گزار کر راہی ملک عدم ہو جائے گا۔

اس کے برعکس جو طریقہ اور اصول خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بتایا ہے اس پر

عمل کرنے سے آدمی ایک ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں ہر طرح سکون واطمینان ہے جہاں دائمی زندگی ہے جہاں موت نہیں ہے، جہاں انسان کی ساری خواہشیں پوری ہوسکتی ہیں۔

وَلَكُم فِيهَا مَاتَشْتَهِى اَنْفُسُكُم وَلَكُم فِيهَا مَاتَدَّعُون

اور تمہارے لیے وہاں ہے جو جی چاہیے تمہارا اور تمہارے لیے وہاں ہے جو کچھ مانگو (سورة حم السجدہ پارہ 24)

اور وہ جگہ جنت ہے جس کی پوری تعریف قرآن مجید میں موجود ہے، سورۃ آل عمران میں ہے:

وَسَارِعُوا اِلىٰ مَغفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُم وَجَنَّةٍ عَرضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ اُعِدَّت لِلمُتَّقِين

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو خدا سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے اور سورۃ الدھر پارہ 29 میں فرمایا ہے:

وَاِذَا رَاَيتَ ثَمَّ رَاَيتَ نَعِيماً وَمُلكاً كَبِيرا

ترجمہ: اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور بڑی سلطنت اور اس جنت کے حاصل کرنے کا راستہ بھی بتا دیا ہے اور وہ ہے ”اَطِيعُو اللّٰهَ وَاَطِيعُو الرَّسُول“ اللہ اور اس کے رسول (پر ایمان لا کر) ان کی اطاعت کرنا اور ان کے حکموں پر چلنا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں ان کے لیے اللہ جل شانہٗ کی وعید قرآن مجید میں موجود ہے۔ فرمایا ہے:

”مَن يَّعصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَداً (سورۃ الجن 29)

جو کوئی حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا سو اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ

اہل مغرب کی اپنی تہذیب سے بیزاری:

اوپر فضیلۃ الشیخ جمال عبدالرحمٰن اسماعیل کی کتاب میں سے صنفی اختلاط کے بارے میں ایک اقتباس درج کیا گیا ہے جس میں مردوں عورتوں کے اختلاط کے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے، ممکن ہے بعض روشن خیال اور آزادی نسواں کے حامی و مبلغ اس بات کو پسند نہ کریں اور اسے عورت کی تحقیر پر محمول کریں کہ یہ عورتوں پر کیسی قدغن لگائی جا رہی ہے لیکن جن لوگوں کا اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول پر ایمان ہے اُن کو یقین ہے کہ قدغن خود اللہ جل شانہٗ نے لگائی ہے جس نے مردوں عورتوں کو پیدا فرمایا ہے اور ان کی فطرت کو خوب جانتا ہے اور یہ قدغن اس لیے لگائی گئی ہے تا کہ انسان کو جو شرف و کرامت عطاء کیا گیا ہے اس کی آبرو قائم رہے اور انسانوں اور حیوانوں میں جو امتیاز ہے وہ باقی رہے۔

یہ صرف مذہب کی بات نہیں بلکہ انسانی شرف کی بھی بات ہے۔ یورپ کی بہیمانہ تہذیب میں انسانوں کو

حیوانوں کی سطح پر لا کر شرف انسانیت کو پامال کیا جا رہا ہے۔ اس تہذیب میں خاندانی نظام تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ بن بیاہی عورتوں کی اولاد کی کثرت ہے جن کا دنیا میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ اس طرح رشتوں کی تقدیس بھی ختم ہو گئی ہے۔ حیوانوں کی طرح جہاں چاہتے ہیں منہ مارتے ہیں۔ اب اس مادر پدر آزاد تہذیب سے خود یورپ کے لوگ بھی بیزار ہو رہے ہیں چنانچہ زمانۂ حال کا برطانوی فلسفی ''برٹرینڈ رسل'' جو خود بھی آزادیٔ نسواں کا مخالف نہیں بلکہ حامی ومؤید ہے، اس کے باوجود اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''اگر جدید اخلاقی بے قیدگیوں کو روکنا ہے اور قدیم فلسفۂ اخلاق کو از سرِ نو رائج کرنا ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ پہلی پابندی تو موجودہ تعلیم پر لگائی جائے اور لڑکیوں کو اس سے محروم رکھا جائے......اس کے بعد ان ساری کتابوں کی بہت سخت نگرانی کرنی ہو گی جو جنسیاتی مسائل پر لکھی جا رہی ہیں لیکن یہ تدابیر بھی کافی نہیں ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کرنا ہو گا کہ نوجوان عورتوں کو مردوں سے تنہائی میں یکجائی کے موقعے بالکل نہ دیئے جائیں، لڑکیوں کو تلاش معاش میں گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کر دی جائے اور جب تک بڑی بوڑھیوں میں سے ماں خالہ وغیرہ ساتھ نہ ہوں وہ باہر قدم نہ رکھیں، ناچ کے جلسوں میں بجز کسی محافظ خاتون کے جانا قطعاً روک دیا جائے پھر بن بیاہی عورت اگر 50 سے کم سن رکھتی ہے تو اس کا مردوں سے جنسی تعلق رکھنا جرم قرار دیا جائے''۔ میرج اینڈ مارلس مصنفہ برٹرینڈ رسل)

یہ برطانوی فلسفی قدیم طرزِ زندگی کا خود شدید مخالف ہے لیکن موجودہ دور کی بہیمانہ تہذیب کے نتائج سے وہ بھی نالاں ہے۔ بالآخر اسے عورتوں مردوں کے آزادانہ اختلاط کی مخالفت کرنا پڑی کیونکہ مغربی تہذیب انسانی فطرت کے خلاف جا رہی ہے۔ مذہب بھی تو یہی کہتا ہے کہ دونوں صنفوں کو بلا ضرورت شدید، یکجائی کے مواقع نہ دیئے جائیں اور اب بعینہٖ یورپ بھی یہی کہہ رہا ہے کہ یکجائی واختلاط کے بعد عزت وعصمت قائم نہیں رہ سکتی، اس کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔

٭ مولانا سفیان علی فاروقی

اسلام کا تصورِ تفریح اور موجودہ معاشرہ

ہمارے معاشرے میں تعلیم و تربیت کی کمی کی وجہ سے بہت سے معاملات میں غلط فہمیاں اور اُلجھنیں پیدا ہو چکی ہیں، جن میں سے ایک اہم بات ''اسلام کا تصورِ تفریح'' بھی ہے، لوگوں کے ذہنوں میں آج کل جو اسلام کا عمومی تصور پایا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام صرف عبادات کا دین ہے اور یہ فرد کا انفرادی مسئلہ ہے، اس کا معاشرتی، حکومتی اور تفریحی پہلو اب قابل عمل نہیں رہا۔ تاریخ کی یہ سب سے بڑی غلط فہمی نا صرف مسلم قوم کے لیے زہرِ قاتل بنی بلکہ دیگر اقوام کے معاشرتی و اخلاقی پہلو بھی تشنگی کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔

بلاشبہ تفریح، انسانی شخصیت کے بنانے اور بگاڑنے کا بہت اہم ذریعہ ہے اور صحیح و بامقصد تفریح بغیر کسی عمر کی قید کے انسان کی بہتر نشو و نما کی ضامن ہے اور بے مقصد و غلط تفریح اخلاقیات کے مقتل تک پہنچا کر سانس لیتی ہے، معاشرے اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور نوجوان نسل بے راہ روی کی دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے۔ یہی وہ اسلامی نقطۂ نظر ہے جس پر نام نہاد عقلمندوں، مادر پدر آزاد ذہنوں، احترام انسانیت کی چادر تار تار کرتے روشن خیالوں کو دن رات کھٹکتا ہے کہ بھلا تفریح طبع کی بھی کوئی حد ہو سکتی ہے؟ تفریح کے لیے فن کا اظہار جس طرح مرضی کیا جائے، کوئی حرج نہیں اور تفریح طبع کو من مرضی کے مطابق کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ وغیرہ

مگر اسلام بامقصد تفریح کی اجازت دیتا ہے، وقت کے ضیاع اور اخلاقیات کی بربادی کرنے والی تفریحات کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ اسلام میں اخلاقی اور شرعی حدود کو توڑنے والا جو بھی طریقۂ تفریح ہے وہ ناجائز ہے، جیسے کسی کا از راہ مزاح استہزاء کرنا، کسی کے بارے میں محض لذتِ زبان کے لیے جھوٹ بولنا اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے تفریح کو اختیار کرنا سخت معیوب ہے، البتہ اعتدال و توازن برقرار رکھتے ہوئے صحت مند تفریح کی نا صرف اسلام میں اجازت ہے، بلکہ اسلام صحت مند تفریح کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی بھی کرتا ہے۔ اسلام میں خوشی کے اظہار کے لیے اکٹھا ہونا، نئے کپڑے پہننا، اچھے اچھے پکوان بنانا، کھیل کود کرنا سب ٹھیک ہے، مگر اخلاقی و شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے مثلاً شادی کا موقع خاندان کی خوشی و تفریح کا ایک بہترین ذریعہ ہے، مگر اس تفریح میں اسلام کہتا ہے کہ چند چیزوں کا لازمی خیال رکھا جائے، مثلاً شرعی حدود کی پابندی یعنی آپ اپنی خوشی کو ہمسایوں، پڑوسیوں، اہل محلّہ کے لیے باعث مصیبت نہ بنائیں، حقوق اللہ کا خیال رکھیں، یعنی جس پروردگار کی عطا کردہ خوشی کو آپ منا رہے ہیں، اس کے احکامات کی پاسداری کریں، شعائر اللہ کی پاسداری کریں، اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں، لیکن نام و نمود کے

لیے، کسی کو نیچا دکھانے کے لیے کسی کو کم تر باور کرانے کے لیے اور اپنے اعزہ و اقارب کی آنکھوں میں حسرتیں بکھیر نے کے لیے بالکل بھی اجازت نہیں ہے، بلکہ ایسے اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جدید دور میں مغرب سے جو تفریحی تصور مشرقی اقدار کا جنازہ نکال رہا ہے۔ وہ ''جنسی تفریح و تسکین'' کے گرد گھومتا ہے۔ تفریح پروگرامز، ناچ گانا، ڈرامے اور فلموں وغیرہ میں ناظرین کی جنسی تفریح و تسکین، کو لازمی جزو بنا دیا گیا۔ جو کہ بعد میں معاشرتی و اخلاقی بگاڑ کا بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے۔ بدقسمتی سے اب یہ موذی مرض ملک عزیز پاکستان میں بھی آ چکا ہے۔ اخلاق باختہ مارننگ شوز، بدتہذیب ٹاک شوز، معاشرتی اقدار کا جنازہ نکالتے ڈرامے اور فلمیں، ماڈرن ازم کی نذر ہوتی تشہیری مشہوریاں قوم کے معماروں کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہی ہیں اور پیمرا خاموش تماشائی بنا اپنے ملک کے قیمتی اثاثہ کو لٹتا ہوا دیکھ رہا ہے۔

اب آتے ہیں اسلام کے تصورِ تفریح کی طرف جو کہ تفریح کو خوش طبعی کے ساتھ ساتھ فلاحِ انسانی کے لیے ایک معاون کے طور پر اپناتا ہے۔

اسلام کے تفریحی اصول و حدود

(1) مقصدیت:

اسلام کہتا ہے کہ تفریح نہایت دلچسپ و مزیدار سرگرمی ہے، بشرطیکہ بہتر و با مقصد ہو، محض وقت کے ضیاع کے لیے یا نفسانی خواہش کے لیے تفریح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک اور احادیث میں بیان کیا گیا اور دنیا کی سیر، میاں بیوی کو ایک دوسرے سے حاصل ہونے والی فرحت و خوشی، مختلف قوموں کے احوال و واقعات، گھڑ سواری، تیراندازی، دوڑ، وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

(2) حرمت:

مضرِ انسانیت کھیل جن میں انسانیت کا احترام اور وقار مجروح ہوتا ہو، اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ جیسے بھوکے جانوروں اور انسانوں کا مقابلہ، کسی کی عزت کو اُچھالنا، خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کا استہزا کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کے مخصوص کھیل مردوں کے لیے اور مردوں کے مخصوص کھیل عورتوں کے لیے ممنوع ہیں، ان سے دونوں کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ مگر چند ایک کی اجازت ہے۔

اسی طرح اسلام میں کھیل کے دوران لباس کی بہت اہمیت ہے۔ ایسا لباس جو مرد خواتین کے مخفی اعضاء کے نمایاں ہونے کا سبب ہیں ان کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ کھیل کسی کی حرمت کے ظہور کے لیے نہیں ہونا چاہیے اور جو کھیل شارحِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیئے۔ مثلاً شطرنج، جوا، جانور لڑانا وغیرہ، وہ بھی حرام ہیں،

اسی طرح وہ تفریحی مشاغل جو ایمان و دین میں کمی کا باعث بنیں یا جن سے قوم وملت کو فائدہ نہ ہو یا کسی کی بھی ضرر رسانی کا باعث ہوں، اسلام ان کی بھی اجازت نہیں دیتا۔قرآن پاک کی سورۂ حجرات میں ہے کہ:

’’اے ایمان والو! نہ مردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔‘‘

ایک حدیث شریف میں ہے:’’مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں‘‘

(3) حدودِ اوقات کی پابندی

اسلام کہتا ہے کہ تفریح بے وقت اور بے قاعدہ نہیں ہونی چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے نیند کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے۔‘‘(البخاری)

رات کو اللہ پاک نے آرام کے لیے بنایا ہے اور دن کو باقی سرگرمیوں کے لیے اور آج ہم فطرت کے اصولوں کے خلاف چلنے میں زندگی کی ترقی اور خوشی ڈھونڈ رہے ہیں۔تفریح کرنی چاہیے، لازم اور ہر روز کرنی چاہیے، اگر صحت مند تفریح نہیں ہوگی تو آپ اپنے حقوق وفرائض بحسن وخوبی انجام نہیں دے سکتے، مگر اخلاقی، گھریلو، سماجی اور مذہبی خدمات کے اوقات کو کھیل کود میں لگانا سخت نااہلی کا ثبوت ہے۔ایک ضروری بات کہ تفریحی مشاغل میں فضول خرچی کی بھی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا، بلکہ فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

(4) حقوق اللہ وحقوق العباد سے متصادم نہ ہو:

اسلام کہتا ہے کہ کھیل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حرج واقع نہ ہو، بلکہ حقوق وفرائض میں معاون ثابت ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ:’’ہر وہ چیز جس سے ابن آدم غفلت میں پڑے وہ باطل ہے۔‘‘(ترمذی)

یہ چند ایک مثالیں ذکر کی ہیں، ورنہ اسلام دیگر شعبوں کی طرح تفریح میں بھی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔اسے بہتر اور بامقصد بنانے کے لیے احکامات جاری کرتا ہے اور اسلام کہتا ہے کہ ایک صحت مند جسم ایک صحت مند دماغ کا ذریعہ بنتا ہے اور ایک صحت مند دماغ ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد بنتا ہے۔اور اسلام کہتا ہے کہ تندرست، توانا، چاق وچوبند مسلمان ایک بیمار، لاغر اور کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔اگر وہ اسلامی احکامات کی پابندی کرنے والا ہے۔

عطاء محمد جنجوعہ قسط نمبر (1)

حدیث ثقلین سے حق خلافت کا استدلال درست نہیں

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں نماز کی امامت کرانے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل حل وعقد نے اُن کو دنیا کی امامت کے لیے بھی مقرر کر لیا اور تمام صحابہ کرام نے اُن کی بیعت کر لی اور آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول کہہ کر پکارتے رہے۔

مخالفین اہل سنت کا اصرار ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ خلیفہ بلا فصل ہیں۔ انہوں نے اپنے موقف کے حق میں حدیث ثقلین سے بھی استدلال کیا ہے۔

(۱) یہ تتمہ حدیث اس امر پر نص صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن ذوات قدسیہ کے اتباع واقتداء کا حکم دے رہے ہیں ان کی مراد اول، اکمل حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا آپ کے ارتحال پر ملال کے بعد بلا فصل انہی حضرت کے دامن امامت کے ساتھ تمسک کرنا واجب ولازم ہے۔ (اثبات الامامت ص 181، از: شیخ محمد حسین)

محسن اہل سنت مولانا محمد نافعؒ نے حدیث ثقلین کی میسر آمدہ اسانید میں ایک ایک سند کو لے کر اس پر بحث کی۔ پہلے اس روایت کا متن معہ اسناد درج کیا پھر اس کا ترجمہ تحریر کرنے کے بعد صحت وسقم کے لحاظ سے روایت متن پر بحث کی ہے اور آخر میں خلاصہ کلام کے لیے تنبیہ لگا دی۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اُن میں سے صحیح اور متصل اسناد مسلم شریف کا ہے۔

ترجمہ: یزید بن حیان سے روایت ہے، میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم، زید بن ارقم کے پاس گئے جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا: اے زید رضی اللہ عنہ! تم نے تو بڑی نیکی حاصل کی۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، تم نے بہت ثواب کمایا، ہمیں کچھ حدیث بیان کرو جو تم نے سنی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھتیجے میرے! میری عمر بہت بڑی ہوگئی اور مدت گزری اور بعض باتیں جن کو میں یاد رکھتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول گیا تو میں جو بیان کروں اس کو قبول کرو اور جو میں نہ بیان کروں اس کے لیے مجھ کو تکلیف نہ دو۔ پھر زید رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ سنانے کو کھڑے ہوئے ہم لوگوں میں ایک پانی پر جس کو خُم کہتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف بیان کی اور وعظ ونصیحت کی۔ پھر فرمایا: ”بعد اس کے اے لوگو! میں آدمی ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار

کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) آئے اور میں قبول کروں ۔ میں تم میں دو بڑی بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں پہلے تو اللہ کی کتاب اس میں ہدایت ہے اور نور ہے تو اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو‘‘۔غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی اللہ کی کتاب کی طرف ۔ پھر فرمایا:’’دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے باب میں‘‘۔تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی ۔حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہیں؟ اے زید رضی اللہ عنہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں اہل بیت نہیں ہیں؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: بیبیاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ لوگ کون ہیں؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ علی، عقیل، جعفر، عباس رضی اللہ عنھم کی اولاد ہیں ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ (صحیح مسلم 6225)

صحیح مسلم کی اس روایت میں ثقلین (دو بھاری چیزیں) کے بعد اَوّلُھُمَا کتابُ اللہ کا ذکر صریحاً کر دیا گیا ہے اور ثانیھا کا تذکرہ تصریحاً نہیں کیا گیا کہ دوسری کیا چیز ہے؟ نیز کتابُ اللہ کے ذکر کے ساتھ ضروری تشریحات فرمادی گئی ہیں کہ اس میں ہدایت و نور ہے، اس کو اخذ کیا جائے ۔اس کے ساتھ تمسک کیا جائے ۔اس پر عمل کرنے کے لیے برانگیختہ کیا گیا ہے۔اس کے ماننے کی ترغیب دلائی گئی ہے ۔اِدھر اہل بیت کے ساتھ یہ الفاظ جن سے اُن کا مدار دین ہونا ثابت ہو سکے اور واجب الاطاعۃ ہونا معلوم ہو سکے نہیں ذکر کیے گئے بلکہ اُن کے ساتھ حُسن سلوک اور محبت کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔جس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور یہ امر بین الفریقین مُسلَّم ہے۔

نیز روایت ہذا میں ثُمَّ قال کے الفاظ اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ ثقلین میں دوسری چیز اہل بیت نہیں ہے۔ عربی زبان میں ثم کا لفظ تراخئ مضمون کے لیے آیا کرتا ہے۔ یہ بتلا رہا ہے کہ اہل بیت کا تذکرہ سابقہ مضمون سے جُدا ہے۔اس سے قبل کچھ اور مفہوم بیان کیا جا رہا تھا جس کو روایت کرنے والے نے حذف کر کے ثم قال کے الفاظ کہہ کر اب اہل بیت کا نیا مضمون شروع کر دیا ہے۔حاصل یہ ہے کہ لفظ ثم کے بعد اہل بیت کا ذکر کیا جانا بالکل جدید چیز ہے۔اس کا دو ثقل کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔اس وجہ سے کہ کسی مسلسل اور متصل کلام کے درمیان ثم قال کا لفظ ،موزوں نہیں ٹھہرتا۔چنانچہ خود اسی روایت میں اس ثم سے پہلے دوبار لفظ ثم کا استعمال موجود ہے۔ان تمام مقامات میں غور فرمالیا جائے تو مسئلہ واضح ہوجائے گا۔

(ا) پہلی بار زید بنؓ ارقم نے اپنے مخاطب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمانے سے قبل ایک معقول معذرت کی ہے کہ عمر رسیدہ ہوگیا ہوں ۔ زمانہ دراز گزر گیا ہے بعض چیزیں فراموش ہو چکی ہیں اب جو کچھ از راہ خود ذکر کروں ۔اسی پر اکتفاء کرنا ہوگا۔اس طویل تمہید کے بعد ثم قال کا لفظ لایا گیا ہے۔یعنی اب مقصد کی بات شروع

ہوتی ہے۔اس مقام میں ثم سے قبل اور ثم کے بعد کا متفاوت ہونا بالکل واضح ہے۔

(۲) دوسری دفعہ اس روایت میں ثم کا استعمال اس طرح ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یوم غدیرِ خُم کے مقام پر خطبہ دیا۔حمد وثنا بیان فرمائی۔وعظ ونصیحت کی ثم قال اما بعد یعنی حمد وثنا اور وعظ وتذکیر کے بعد **ایها الناس** کے ساتھ خطاب کر کے ایک مستقل دوسری چیز بیان فرمانی شروع کی۔یہاں ثم کا ماقبل مضمون ثم کے مابعد والے مضمون سے صاف طور پر جُدا اور مختلف چیز ہے، متحد نہیں ہے۔

(۳) اب تیسری بار یہاں **ثم** کا لفظ ذکر ہوا ہے۔اس کو بہ نظر انصاف سوچ لیا جائے یہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! ہمارے ارتحال وانتقال کا وقت آ گیا ہے ہم دو بڑی اہم چیزیں تم میں چھوڑ رہے ہیں۔اول اُن کی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نُور ہے اس کو اخذ کرنے اور تمسک کی طرف توجہ دلائی اور اس پر عمل کی ترغیب دی پھر **ثم قال** کا استعمال ہوا ہے۔اس **ثم** سے قبل کتاب اللہ کی اہمیت بیان ہو رہی ہے اور اس کا وجوب تمسک وترغیب عمل کا ذکر ہے پھر اس مضمون سابق سے رخ بدل کر اہل بیت کے ساتھ حسنِ معاملہ کا جدید مضمون شروع کر دیا گیا۔اگر صاحب کلام کا قصد دو بڑی چیزوں کے درمیان **اتحاد فی التمسک** اور وجوب فی الاطاعۃ ہے تو ان چیزوں کے ذکر کے درمیان **ثم قال** کا استعمال ہرگز موزوں نہیں ہے۔یہ امر بھی واضح رہے کہ محدثین میں کسی روایت کے مضمون کو مختصر کر کے بیان کرنے کا عام دستور جاری تھا۔اس چیز سے کوئی واقف کار شخص انکار نہیں کر سکتا۔اس اختصار کے پیش نظر روایت ہذا میں رواۃ کی طرف سے ثقلین میں سے ثانی چیز ذکر نہیں کی گئی اور اس مقام پر میں غور وفکر کرنے سے ایسے شواہد وقرائن پائے گئے ہیں جو اس امر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ثقلین میں سے ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔

قرینہ اوّل: ثقلین کے بعد متصلاً **اولهما کتاب الله** فرمایا ہے۔اول کا لفظ خود نشان دہی کر رہا ہے کہ اول کے مقابلہ میں یہاں ایک ثانی چیز مذکور ہونی چاہیے جس کو ثانیهما سے تعبیر کیا جائے اور اہل بیت کو ثانیهما کے عنوان سے نہ تعبیر کرنا بتلا رہا ہے کہ ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے۔

قرینہ دوم: ثقلین میں سے کتاب اللہ ذکر ہوا ہے تو اس کی اہمیت وضرورت میں متعدد صفات ذکر کی گئی ہیں۔اس میں ہدایت ونور کا پایا جانا اس کے اخذ کا حکم کرنا، استمساک کا فرمان دینا۔اس پر عمل درآمد کے لیے برانگیختہ کرنا۔اس سے فائدہ حاصل کرنے کی ترغیب دلانا لیکن اہل بیت کے ذکر کے ساتھ ان ضروری واہم چیزوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں پس ثقل ثانی اہل بیت نہیں اور جہاں اہل بیت کا ذکر ہے وہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔

قرینہ سوم: نیز اس موقعہ میں لفظ ثم کا استعمال ہوا ہے جو تراخی مضمون کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ بالتفصیل سابقاً

گزرا ہے، تو ''ثقلین'' میں سے ایک ''ثقل'' کے تذکرہ ختم ہونے کے بعد دوسرے ثقل کے مذکور ہونے سے قبل لفظ ثم کا لایا جانا موزوں اور مناسب نہیں ہے۔

ان قرائن اور شواہد کی بنا پر یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ ثقلین میں سے ثانی چیز یہاں اہل بیت نہیں ہے بلکہ جمہور علماء کے نزدیک وہ ثانی چیز سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اختصار مضمون کی بنا پر اس کا ذکر یہاں نہیں ہو سکا۔

وہ یہ کہ ان دوستوں کے ہاں اہل بیت کا مفہوم یہی بارہ امام بشمول سیدہ فاطمہؓ ہیں۔ اب قابل توجہ یہ چیز ہے کہ اہل بیت کا مفہوم ومصداق کیا ہے؟ اہل بیت میں کون کون شامل ہیں؟ اس مقصد کو بھی اس روایت نے صاف بتلا دیا ہے۔ جب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہراتؓ اہل بیت ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات تو خود اہل بیت ہیں۔ مزید یہ چار خاندان بھی اہل بیت ہیں اولاد علیؓ ابن ابی طالب اولاد عقیلؓ بن ابی طالب اولاد جعفرؓ بن ابی طالب اولاد عباسؓ بن عبدالمطلب یہ سب حضرات روایت ہذا کی رُو سے ''خاندان اہل بیت'' میں شامل ہیں۔

یاد رہے کہ اگر اس روایت مسلم سے وجوب اطاعت کا مسئلہ ثابت کرنا ہے تو ثقل ثانی، اُن کے گمان میں اہل بیت ہوئے اور اہل بیت یہ سب چاروں خاندان بشمول ازواج مطہرات ہیں۔ فلہٰذا ان سب کی اطاعت واجب اور لازم ٹھہری دوستوں کو غور وفکر اور تدبر وتیقن کے بعد یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ مطلب ہٰذا اخذ کیا جائے یا ترک کیا جائے؟

(حدیث ثقلین از مولانا محمد نافع رحمہ اللہ، ص 69 تا 74)

چنانچہ حدیث ثقلین سے سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلا فصل کا استدلال درست نہیں البتہ احادیث رسول سے اہل بیت کے حقوق کی رعایت واحترام وحسن سلوک ثابت ہے اس بنا پر اہل بیت سے محبت اہل سنت کے ایمان کا جزو ہے لیکن واجب التمسک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے اور عالم مجتہد، امام اور حاکم کی اطاعت کتاب وسنت سے مشروط ہے۔

کلمہ اسلام کے دو جزو ہیں پہلا جزو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور دوسرا جزو محمد رسول اللّٰه ہے۔ ثقلین میں سے اول کتاب اللہ اور ثانی سنت، رسول اللہ ہے قرآن حکیم میں جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ہے۔

قل اَطیعو اللّٰه و الرسول فان تولوا فان اللّٰه لا یحب الکٰفرین (آل عمران: 32)

ترجمہ: فرما دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک للہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

(جاری ہے)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا، اور ان لوگوں کو لکھ دیا کہ میں عمار رضی اللہ عنہ کو گورنر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کا مشیر اور معلم بنا کر تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں، تو تم ان کے کہنے پر چلو گے، اور دیکھو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھیجنے میں ایثار سے کام لیا ہے کہ انہیں تمہارے پاس روانہ کر دیا ہے ورنہ تو خود مجھے ان کی یہاں ضرورت ہے۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قد بہت چھوٹا تھا، مگر ان کا علم بہت اونچا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے تھے کُنَیف مُلِئَ عِلْمًا گویا آپ ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ ہُذیل سے تھا۔ اسلام لانے سے پہلے عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں ارے نوجوان! دودھ ہے؟ کہا ہے تو سہی لیکن میں تو امین ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اچھا کوئی بن گیا بھن بکری ہے تو عبداللہ نے ایک بکری پکڑ کر پیش کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دودھ نکال لیا، خود بھی پیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا سکڑ جا تو وہ سکڑ گیا اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس ٹھہرالیا، وہ خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما رکھا تھا کہ تمہیں میرے گھر میں آنے کے لیے بار بار اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے بس میری آواز سن لو تو پردہ ہٹا کر آ جایا کرو۔ (اس وقت تک حجاب کا حکم نہیں آیا تھا)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن سے آئے ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آتے جاتے تھے کہ میں ایک عرصے تک یہی سمجھتا رہا کہ وہ حضور کے گھر کے فرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ کو اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی سعادت انہیں کو حاصل تھی، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ، مسواک اور وضوء کا برتن بھی انہیں کے پاس رہتا تھا۔ ان کا علم تو مثال تھا ہی عملی لحاظ سے بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود بھی ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں

اِنَّ اَشْبَہَ النَّاسِ دلا وسمتا وهديا برسول الله صلى الله عليه وسلم لا بن ام عبد من حين

یخرج من بیته الی ان یرجع الیه لاندری مایصنع فی اهله اذا خلا (رواه البخاری)

چال ڈھال، طور طریق اور سیرت کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا عبداللہ بن مسعود ہے۔ گھر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک تو یہی حال ہے ہمیں یہ معلوم نہیں، کہ جب وہ گھر میں اکیلے ہوتے ہیں، وہاں کیا کرتے ہیں۔

ترمذی شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے

تمسکو ا بعهد ابن ام عبد

تم عبداللہ بن مسعود کی وصیت کی پابندی کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے ارشاد فرمایا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وزن ان کے اعمال کی وجہ سے میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا (اصابہ ج ۲ ص ۳۷۰)

حضرت **علقمہ** کوفہ کے رہنے والے ایک جلیل القدر تابعی تھے وہ کہتے ہیں میں شام گیا، وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی **اللهم یسرلی جلیسا صالحا** اے اللہ مجھے کوئی نیک ہم نشین مہیا فرما۔ چنانچہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے میں بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا اتنے میں ایک بزرگ آئے اور وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں کہا یہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (ا) ہیں۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا، کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیج دیا: پوچھا کہاں سے آئے ہو میں نے عرض کیا کوفہ سے۔ فرمایا تمہارے ہاں یہ حضرات نہیں رہتے

(ا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین تکیہ اور وضوء کا برتن اٹھائے رہتے تھے۔

(۲) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر کی زبانی شیطان سے پناہ دی۔

(۳) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، جو نبوت کے وہ راز جانتے ہیں، جو اور کسی کو معلوم نہیں ہیں (بخاری شریف)

ایسا ہی ایک واقعہ ترمذی شریف میں آیا ہے کہ خیثمہ نامی ایک شخص مدینہ منورہ گئے اور انہوں نے بھی نیک ہم نشین کی دعاء کی تو انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر آئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا تین حضرات کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام بھی لیے۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف میں خود کبار صحابہ رضی اللہ عنہما رطب اللسان ہیں ان کی اسی عظمت شان اور جلالت قدر کا لحاظ کرتے ہوئے علامہ ذہبی اپنی نامور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ان کے نام کے ساتھ الامام الربانی کا لفظ بڑھاتے ہیں۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے سورہ

نساء شروع کر رکھی تھی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اس طرح سے پڑھنا چاہے، جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھے ۔(۲) پھر جب عبداللہ بیٹھ کر دعاء کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب دعا کرو جو مانگو مل جائے گا، تو انہوں نے یہ دعا کی:

اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد ارتداد نہ آئے، ایسی نعمتیں مانگتا ہوں، جو منقطع نہ ہونے پائیں اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بشارت دینے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا جو مانگو، مل جائے گا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے وہاں پہنچ کر یہ بشارت سنا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا آپ تو ہر کار خیر میں آگے رہتے ہیں، کوئی آپ سے کیسے مقابلہ کر سکتا ہے (استیعاب ص۳۷۲) یہ واقعہ مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

صاحب مشکوۃ اپنی کتاب **الاکمال فی اسماء الرجال** میں لکھتے ہیں

وَشَهِدَ لَه رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم بالجنة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی گواہی دی ہے تو یہ ہیں علم میں افضل، عمل میں برتر، جنت کے بشارت یافتہ، سیدنا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وارضا۔

حواشی

(۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے: **حَكِيْمُ اُمَّتِي ابو الدرداء** (استیعاب ص۴۶۶) علامہ ذہبی بھی انہیں حکیم الامت لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ص۲۳ ج۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نازل ہوا ہے۔

فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب اس آیت تک پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ م بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا

اس وقت کیا حال ہوگا، جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر سامنے لائیں گے۔

میں نے پھر کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجانے کی وجہ سے)......(بخاری ومسلم وغیرہ)

درس: حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نور اللہ مرقدہٗ ضبط: مولوی فیصل اشفاق

الحیاء من الایمان

''حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نور اللہ مرقدہ نے اپنی حیات شریفہ میں مجلس احرار اسلام کے مختلف مراکز میں خانقاہی محنت کے احیاء کے لیے حلقات و مجالس ذکر و ارشاد کا سلسلہ آغاز فرمایا تھا۔ حضرت ان مجالس و حلقات میں اپنے شیخ و مرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ کی تلقین وتعلیم کے مطابق اذکار وتسبیحات تعلیم فرماتے تھے اور سالکین کو اپنی موجودگی میں ذکر کرواتے تھے۔ ذکر کے بعد اصلاحی وعظ و درس قرآن کا معمول بھی تھا۔ ان دروس ومواعظ کو ریکارڈ کیا جاتا رہا، اور اب ان شاء اللہ انھیں تحریری شکل میں شائع کیا جائے گا۔ اس سلسلے کا پہلا درس قارئین کے سامنے پیش خدمت کیا جارہا ہے۔'' (ادارہ)

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علیٰ سیدالرسل وخاتم الانبیاء

خطبۂ مسنونہ کے بعد سب ساتھی محبت کے ساتھ عقیدت واحترام کے ساتھ دورد شریف تلاوت فرمائیں۔

اللهم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراهیم وعلیٰ آل ابراهیم انک حمید مجید. اللهم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ آل ابراهیم انک حمید مجید:

قابل احترام معزز ومکرم حاضرین کرام ومحترمہ اور مکرّمہ ماؤں، بہنو، بیٹیو۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ جس کو ایمان نصیب ہوگیا وہ بہت خوش نصیب ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے اللہ پاک نے ایک اور چیز بنائی ہے جس کا نام ''حیاء'' ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان اور حیاء دونوں جڑواں ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا خود بخود اس کے پیچھے چلا جاتا ہے۔ یہ دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں اکیلے اکیلے نہیں رہ سکتے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایمان تو چلا جائے اور حیاء باقی رہے۔ ایسا نہیں ہوتا یہ آپس میں لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج اس مجلس میں شرم وحیاء کے حوالے سے جو باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں وہ آپ کو بتاتا ہوں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے حیائی جس چیز میں بھی ہوگی تو اس چیز کو عیب دار بنادے گی اور حیاء جس چیز میں بھی ہوگی اسے چار چاند لگادے گی۔

اچھائی کا تعلق ایمان کے ساتھ ہے اور ایمان اور حیاء یہ دونوں جڑواں ہیں۔ اسی طرح برائی کا تعلق کفر سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پردگی کو بے حیائی سے تشبیہ دی ہے۔ جو عورت بے پردہ ہوجائے گی تو گویا اس نے بے حیائی کو اپنے گلے لگالیا۔ نتیجۃً وہ حدیث کی روح سے عیب دار ہوگئی۔ اس نے اپنے آپ کو عیب دار بنالیا۔ اور جب

بے حیائی کے دہانے پر چڑھ گئی تو پھر اس کا ایمان بھی جاتا رہا۔ جب ایمان چلا گیا تو یہ ایک ڈھانچہ ہے۔ اس نے منہ سے کلمہ پڑھا ہے دل سے نہیں پڑھا اگر دل سے پڑھا ہوتا تو بے حیائی کے زینے پر قدم نہ رکھتی اور یہاں عورتیں کیا کریں کہ ہمارے پاس تو ایسی ایسی گواہیاں موجود ہیں کہ پردہ دار عورتیں جب بیاہی گئی ہیں تو سسرال والوں نے ان کے پردے اتروا دیے۔ خاوند نے، ساس نے، سسر نے، خاندان والوں نے کہا کہ یہ کیا تنبو لیے پھرتی ہے۔ تو دیکھو اس با حیاء باپردہ کو تنبو، قنات وغیرہ سے تشبیہ دے کر اس کو زبردستی بے حیاء بنا دیا۔ اکیلی عورتیں ہی مجرم نہیں ہیں بلکہ مرد بھی برابر کے مجرم ہیں۔ جب عورت بیاہی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مرد کے تابع ہو جاتی ہے جو مرد کے تابع نہ ہو وہ کسی کے تابع نہیں ہوگی۔ نہ خدا کی نہ رسول کی۔ تابع ہونے کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ اس کے پاؤں چاٹے، پاؤں دھو کر اس کو پیے۔ شریعت نے جانبین کے حقوق متعین کیے ہیں۔ مردوں کے بھی حقوق ہیں عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔

اس وقت صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے سفر سے چار روز قبل سب صحابہ کرام کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ان بیچاریوں کو اللہ پاک نے تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ تمہاری سرپرستی میں دے دیا ہے۔ تمہارے زیردست کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور میں تم سب سے زیادہ ان سے حسن سلوک کرنے والا ہوں۔ جانبین اپنے اپنے حقوق کا مطالعہ نہیں کرتے۔ نہ عورتیں اپنے حقوق کا علم رکھتی ہیں اور نہ ہی مرد۔ بے دینی کو اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

(۲) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ (60) سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اسی طرح ستر (70) کی بھی ایک روایت ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ حیاء کے معنیٰ ہیں رک جانا، کہ ایسا جذبہ جس سے انسان بری بات اور برے کام سے بچتا ہے۔ اور یہ خوف دامن گیر رہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں گے اور لوگ بھی مجھے برا کہیں گے۔ یہ حیاء کی تشریح کر دی۔

لیکن اب معاشرے میں اس برائی کو اچھائی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب ماحول کے اثر سے پردہ کرنے والیوں نے اپنے پردہ کو تار تار کر دیا ہے، اتار پھینکا ہے اور برسر اقتدار طبقہ تو بڑا خناس ہے۔ وہ تو شیاطین کا ٹولہ ہے اس شیطان کے ٹولے نے تو پردے کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ کہا ہے کہ یہ پردہ اور اسلام ہماری ترقی میں رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان پختہ فرمائے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اپنانے کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ شیطان اور انسانی نظام کی تاثیر ہے کہ اس نے حیاء کا معنی بھی بدل دیا۔ الٰہی نظام میں حیاء کا وہی معنی ہے جو میں نے حدیث کی رُو سے عرض کر دیا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقین جانو کہ حیاء اور

ایمان دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔اگر ان میں سے ایک جاتا رہا تو دوسرا بھی جاتا رہے گا۔

(۴) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اگر ان (ایمان اور حیاء) میں سے ایک نعمت کو چھین لیا جائے تو دوسری نعمت خود بخود اس کے پیچھے لگ جاتی ہے (یعنی نکل جاتی ہے)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزر رہے تھے۔اس وقت وہ اپنے بھائی کو یہ سمجھا رہا تھا کہ بھائی ایسا شرمیلہ پن بھی ٹھیک نہیں۔آدمی کو کچھ تو دلیر ہونا چاہیے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دَعْهُ'' کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، حیاء تو ایمان کی نشانی ہے۔

آج ماں باپ اس بچے کو تیز سمجھتے ہیں اور اس کو دلیری کی علامت سمجھتے ہیں کہ جو کسی کی بھی نا مانتا ہو۔ ہر کام میں کود جانے والے کو کہتے ہیں کہ یہ بڑا ہوشیار اور سمجھ دار ہے۔اس کے سرپرست اس کی تربیت نہیں کرتے۔جس سے وہ بے خوف ہو جاتا ہے پھر یہ بے خوفی اس کو بے حیاء بنا دیتی ہے پھر وہ ڈاکو بنتا ہے چور بنتا ہے آخر کار وہ اللہ اور اس کے رسول کا بھی باغی بن جاتا ہے۔تربیت کرنے کا اثر یہ ہوگا کہ اگر اس کو حیاء اور شرم دلائی جائے تو وہ شریف انسان بن جائے گا۔شریف انسان وہی بنتا ہے جو ایمان اور حیاء کو ساتھ لے کر چلے جس کے پاس ایمان اور حیاء نہیں وہ کہاں کا شریف اور دلیر ہے یہ کوئی دلیری نہیں۔

(۶) **عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ: اَلْحَیَاءُ، وَ التَّعَطُّرُ، وَ السِّوَاکُ، وَ النِّکَاحُ.(ترمذی شریف)**

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں انبیاء و رسل کی سنت میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

(۷) حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین میں کوئی نہ کوئی خاص پسندیدہ خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی محبوب ترین خصلت حیاء ہے۔

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر دین میں کوئی نہ کوئی امتیازی وصفت (اخلاقی خوبی) ہوتی ہے۔ اور اسلام کی امتیازی خوبی ''حیاء'' ہے۔(سنن ابن ماجہ)

(۹) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حیاء مکمل خیر و خوبی ہے۔ یہ کتنی عظیم بات ہے کہ حیاء مکمل خیر اور خوبی ہے۔سراپا خیر ہی خیر ہے۔اس میں ذرہ بھی شر نہیں۔ بے حیائی تو سراپا شر ہے۔

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا۔اور اس کے برعکس بے حیائی بدی ہے اور بدی کا ٹھکانا دوزخ ہے۔اللہ ہم سب کو اہل حیاء میں سے بنائے تاکہ ہم اہل جنت میں سے ہو جائیں۔اللہ ہم کو بدی والوں میں سے نہ بنائے۔آمین ثم آمین

عطاء محمد جنجوعہ　　(قسط نمبر 3)

دعوتی واصلاحی پیغام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجارت پیشہ تھے۔ وہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے چھ ماہ تک تجارتی کاروبار سے بھی منسلک رہے۔ چونکہ امور حکومت کی انجام دہی میں دقت حائل ہوتی تھی۔ احباب کے مشورہ سے اسے ترک کر دیا اور بیت المال سے وظیفہ لینے لگے لیکن وفات سے قبل وصیت کر دی کہ میری زمین فروخت کر کے بیت المال میں یہ رقم واپس کر دی جائے۔ امت محمدیہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

غالی صاحبان کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک کی میراث نہ دی۔ اصل نوعیت کیا ہے اس سے قطع نظر غور طلب پہلو یہ ہے، کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا یا اس کو اپنے بیٹے کے نام وقف کیا ہو؟ تاریخ کی کسی کتاب سے ثابت کر دیں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے بے حد پیار تھا۔ جب تشریف لاتیں تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم احتراماً کھڑے ہو کر ان کے سر پر دست شفقت رکھتے۔ اسی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سے لونڈی طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا، لونڈی کیوں نہ دی؟

معترضین کے بقول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ فدک کی پیداوار کی آمدنی سے حصہ کیوں لیتے رہے؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہ دیا گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قصوروار ٹھہرے۔ جب باغ فدک کا انتظام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ بعد میں یہ ساری املاک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آئیں۔ پھر آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن اور پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے پاس رہیں۔ وہ سب سنت نبوی کے مطابق باغ فدک کی آمدنی تقسیم کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے اپنے نام انتقال کیوں نہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حق تلفی کا ازالہ کیوں نہ کیا؟

باغ فدک بغیر لڑائی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ کے قبضہ میں تھا، اموال فے میں سے تھا۔ مال فے کا مصرف کیا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت ہے۔

(مَـآاَفَـآءَ الـلّٰـهُ عَـلٰـى رَسُـوْلِـهٖ مِـنْ اَهْـلِ الْـقُـرٰى فَـلِـلّٰـهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى

وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (الحشر : ۸)

''جو مال بستیوں والوں کا اللہ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں یا مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں یہ مال نہ رہ جائے۔''

قرآنی آیت کی روشنی میں اموال فے رسول کریم اور آپ کے رشتہ داروں اور عام مسلمانوں میں سے یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں کے لیے ہے۔ اس لیے باغ فدک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خاندانی میراث نہ رہا۔ چونکہ نبوی دور میں فدک کی آمدنی میں سے سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو حصہ ملتا تھا اس بنا پر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی میراث سمجھا۔

اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ فدک سے فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا حصہ الگ کر دیتے تو پھر آپ کی بیویوں کا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ الگ الگ کر دینا پڑتا اور وہ طرز عمل جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جائیداد میں تھا۔ یتیموں مسکینوں کو دینے کا ان کو پورا کرنا ممکن نہ رہتا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مال فدک کو اسی طرح تقسیم کرتے رہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں کرتے تھے۔ یہ درست ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے انہیں ان کی میراث کا حصہ دیا جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا:

(لَا نُوْرَثُ مَاتَرَ كْنَا صَدَقَةٌ)

''کہ ہمارا (گروہ انبیاء کرام) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بابا جی کائنات کے امام کا فرمان سن کر راضی ہو گئیں اور اپنی زندگی کے آخری دم تک اس فدک کے مطالبہ سے متعلق گفتگو نہیں کی۔

یہ وہی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کا نام لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہم مسئلہ سمجھایا کہ شریعت کے احکام کی بجا آوری میں اپنے قریبی عزیز کے احترام کی پروانہ کرنا۔ قبیلہ قریش کی عورت نے چوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ جب سفارش کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو فاطمہ بنت اسد ہے۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کرتا۔

اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک کے بارے میں سوال میں بھی حکمت خداوندی مضمر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مال جائیداد کا ورثہ چھوڑ کر اپنی اولاد اقرباء کو سرمایہ دار جاگیردار بنانے کے لیے تشریف نہیں

لائے۔ بلکہ کتاب وحکمت کے نور سے کفر وشرک کی ظلمتوں کو مٹانے کے لیے مبعوث ہوئے۔

(لشکرِ اسامہ) کی روانگی کا معاملہ ہو یا منکرین زکوۃ کے خلاف کارروائی کا مسئلہ ہو یا فدک کی وراثت کا مطالبہ ہو۔مندرجہ امور میں صدیق رضی اللہ عنہ کی عزیمت واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے حکم رسول کے خلاف کسی قسم کا لچک دار رویہ اختیار نہیں کیا۔مسئلہ فدک سے رہتی دنیا تک امت محمدیہ کو انمول سبق حاصل ہوتا ہے۔

ایک طرف کسی امام یا لیڈر کا قول ہو یا کسی بزرگ کا عمل ہو یا کسی نامور ہستی کی سفارش وآرزو ہو یا اقوام متحدہ کا دستور ہو یا ویٹو پاور حکمران کا آرڈر ہو دوسری طرف کائنات کے امام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزیمت واستقامت درس دیتی ہے کہ کسی کی رائے سفارش، آرزو اور دھمکی سے مرعوب ہوکر ہادیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کسی صورت انحراف نہ کرنا۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعبیر کہ میرے بعد خلفائے راشدین کا طرزِ عمل امت محمدیہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

رب کائنات نے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو وہ امتیازی اوصاف ودیعت فرمائے جن کی بنا پر وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔اللہ سبحانہ نے ان کو نبوت کے عہدہ پر فائز کیا۔وقتاً فوقتاً ان پر وحی کا نزول ہوا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت اپنی امت پر فرض ہوئی ہے۔

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کی راہ نمائی کے لیے کم وبیش ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) (الاحزاب: ۴۰)

’’محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔‘‘

قرآنی آیت اس امر کی دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔

(جاری ہے)

حبیب الرحمٰن بٹالوی

پیغام

اِک بزرگ ڈِٹّھا، بیٹھا راہ دے وِچ
او بے تحاشا پیار رَووندا سی
لوکاں پُچھیا، بابا! کی ہویا؟
کہن لگا...... میں ربّ رحیم اَگّے
اپنی تے گنہگار بندیاں دِی
معافی دی بڑی مِنّت کیتی
تیری مہربانی جے بخش دیویں
تو خالق تے مخلوق تیری
رب آکھیا اشک ندامت دا
بخشش دا اِک بہانہ اے
جیہڑا اوِی مَینوں پکاردا اَے
میں پیار دے نال جواب دیناں
تے جیہڑا اوی کوئی احسان کردا
میں لَکّھاں دا اوہنوں ثواب دیناں
اے سُن کے یارو! بڑے درد دے نال
میں اِک اِک بندے نوں آکھیا سی
کر فکر توں کجھ قیامت دا
اے ویلا مُڑ ہتھ آوناں نئیں
میرا رب تے اُودُوں مَن گیا سی
پر لوکی پَیہڑے سن نئیں منّے
او دنیا دے وِچ اپنے ڈُبّے ہوئے نے
جے آخرت دا اوہناں نوں خیال ای نئیں

....

فیر اک دن قبرستان دے وچ
اوہو بابا پیار ُروندا سی
لوکاں پچھیا، بابا! ہُن کی ہویا؟
کیوں جان اپنی ہلکان کرناں
کل شہر دے وِچ پیار روندا سی
اَج اوہو گل قبرستان کرناں
بولیا ہُن مرن دے بعد اَج میں
ایہناں لوکاں نوں جد فیر پُچھیا
کیہن لگے اَسی ہن نادم آں
ساری عمر پاپ کما چھڈّ ے
جے او بخشے تے اوہدی مہربانی
اَساں اَکھاں چوا تھر و بہا چھڈّ ے
گل کردیاں وی اَسی سنگنے آں
تے اللہ کولوں معافی منگنے آں
قبراں والے تے ہن من گئے نے
پر مالک میرا اج نئیں مندا
کہندا، دروازہ توبہ دا بند ہویا
موت آ گئی تے عمل وی بند ہو گئے
اودوں روز دا چڑھدا سورج وی
دیندا سی ایناں نوں پیغام میرا
تے کئی جنازے ایناں نئیں ڈِٹّھے؟

جیہڑے قبراں ول جاوندے جھنجھوڑ دے سن
تے بڑھاپے چ لگدے ٹُھڈّے وی
دیندے سی ایناں نوں پیام میرا
تے ایناں نوں کافی میں مہلت دِتّی
ایس گل دا اودوں اَپا وِی سی
جے تھوڑی جئی گل اودوں من لیندے
وَ گدا رحمت دا اودوں دریا وی سی
میں رحیم وی سی، کُھلّے راہ وی سی
تے ایناں دا اودوں ساہ وی سی

A\NAQEEB\Naqeeb-2022\75cef32e-e08b-490d-abd6-f30231652967.jp
not found.

محمد یوسف شآد

حاصلِ مطالعہ

☆تخلیق کا حسن ہمیں اکثر اس کے خالق تک لے جاتا ہے۔تخلیق دراصل خالق کا عکس ہوتی ہے کیونکہ خالق خود بھی کہیں نہ کہیں تخلیق میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

☆خالق کائنات اپنی عظیم اور محبوب ترین مخلوق ''انسان'' میں بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے، کبھی کسی کی مسکراہٹ میں، کبھی ماں کی مامتا میں، کبھی کم زور کے لرزتے دُعا کے لیے اُٹھے ہاتھوں کی صورت میں وہ خود کو ظاہر کرتا ہے۔

☆روح کا علم انسان کو محدود دائرے سے باہر نکالتا ہے لیکن اس دنیا کے بیشتر انسان اپنی پہچان نہیں کر پاتے، دوسروں کے وضع کردہ اور طے شدہ طریقے کار کے مطابق زندگی گزار دیتے ہیں۔

☆مثبت سوچ رکھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کو اس کی ہر تخلیق کے آئینے میں دیکھنے والوں کے لیے روحانی تربیت کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔

☆ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نہ کسی صفت سے نوازا ہوتا ہے تاکہ زمین پہ اُسی صلاحیت کو پہچانتے ہوئے اپنے خالق کو اپنے اندر محسوس کرے۔

☆حسین راہیں اکثر ناموافق منزل کی طرف لے جاتی ہیں اور دشوار راہوں کی منزل حسین ہوتی ہے۔

☆یہ روحانیت کا فقدان ہی تو ہے کہ آج کا ہر انسان خوف کے سائے میں زندگی بسر کر رہا ہے۔

☆مادیت پرستی نے انسانی صلاحیت کو منفی کر دیا ہے اب وہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے علوم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر بھی پیاسا ہی رہتا ہے۔

☆خوشبو کے تعاقب میں تتلیاں' پھولوں کو دیوانہ وار چومتی ہیں، عشق خوشبو سے ہوتی ہے اور طواف پھولوں کا کرتی ہیں اور پتنگے روشنی کی محبت میں چراغ پہ زندگی وار دیتا ہے۔خوشبو پھول کی روح ہے اور روشنی چراغ کی، لیکن نہ تتلیوں کو اس کی خبر ہے اور نہ ہی پتنگے کو اس کی کچھ آگہی۔

☆جب انسان مکمل خالی ہو کر ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی پکار اور گریہ زاری بھی گونگی ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆......☆

ادارہ

شب برات کی حقیقت

سوال: قرآن کرم اور مستند احادیث کی روشنی میں شب برأت کی کیا حقیت ہے؟ مسلمان اس رات کو ایک تہوار کے طور پر مناتے ہیں۔ کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شعبان کی پندرہویں شب اور آنے والے دن کے بعض فضائل احادیث سے ثابت ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس رات منادی ہونا، بندوں کی مغفرت وبخشش ہونا، روزہ کا مستحب ہونا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شب میں بقیع قبرستان تشریف لیجانا اور مُردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا حدیث سے ثابت ہے، اس لیے کبھی کبھار اس رات میں قبرستان چلے جانا مستحب ہوا، لیکن قبرستان جانے کو ضروری سمجھنا اس کے لیے چراغاں کرنا مسجد میں لوگوں کو اکٹھا کر کے عبادت کا اہتمام کرنا، پٹاخا بجانا، حلوا پکانا یہ امور شریعت سے ثابت نہیں، ان سے احتراز کرنا واجب وضروری ہے۔

اس رات کو تہوار کے طور پر منانا درست نہیں۔ مسجد اور قبرستان میں اجتماع کا اہتمام والتزام کرنا بھی خلاف شریعت ہے، بعض روایات میں پندرہویں شعبان کی شب کی بعض فضیلت کا ذکر ہے، جس سے رات میں نماز پڑھنا اور دن میں روزہ رکھنا مستحب درجہ میں ثابت ہوتا ہے، لیکن یہ عبادت انفرادی طور پر ادا کی جانا شرعاً مطلوب ہے، اس کے لیے اجتماع کا اہتمام خلاف شریعت ہے۔ **عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم إذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها فإن الله تعالیٰ ینزل فیها لغروب الشمس إلی سماء الدنیا فیقول ألا من مستغفر فأغفر لی فأغفر له ألا من مسترزق فأرزقه ألا من مبتلی فأعافیه ألا کذا ألا کذا حتی یطلع الفجر رواه ابن ماجه (مشکاة: 115)**

اس طرح کا مضمون اور بھی بعض روایات میں آیا ہے، لہٰذا فرداً فرداً جو کچھ توفیق ہو نماز تلاوت کر لی جائے بس۔ قبرستان جانے کو بھی ضروری سمجھنا اور شور شرابہ کے ساتھ نوجوانوں کا وہاں جانا غلط ہے، قبرستان جانے کا مقصد موت کو یاد کرنا اور تذکیر آخرت ہے، جب یہ فوت ہوگیا تو جانا فضول ہوا، کیوں کہ ایصال ثواب تو گھر بیٹھ کر بھی کر سکتے ہیں۔ بس جس قدر فضائل واعمال احادیث سے ثابت ہیں انھیں ماننا چاہیے اور حسب توفیق نیک اعمال میں انفرادی طور پر لگنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

شیخ راحیل احمد مرحوم

آوازِ دل

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب ۳۳: ۴۰)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر کرو اور ان کا ذکر کرو، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے جو کہ بنی نوع انسان کو عطا ہوئی ہے تو اکٹھے ہو کر ایسی محفل سجانا جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کرنا چرچا کرنا، دراصل اس قادر مطلق کا شکر کرنا ہے‘‘۔ کیا ہم انسانوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود بابرکت کے نزول سے بڑی کوئی نعمت ہوسکتی ہے بنی نوع انسان کے لیے اس سے بڑا کون سا انعام ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے ایک ایسی کامل ہستی کی وساطت سے انسانیت کی ایک کامل شبیہہ ایک کامل تصویر مہیا کر دی گئی، اس کے ذریعہ ایک کامل کتاب اتاری گئی، تاکہ ہم اس طرح تاقیامت، صراط مستقیم اور مغضوب علیہم وضالین کے راستہ میں، انسانیت اور ظلم میں، اخلاق اور بداخلاقی میں، صبر اور بے صبری، سلوک اور بے سلوکی میں، وحدانیت اور شرک میں، حلال اور حرام میں، دین اور بے دینی میں، امانت اور بددیانتی میں، ظالم اور مظلوم میں غرضیکہ زندگی اور آخرت کے لیے ہر چیز میں کھلا کھلا فرق کر سکیں اور اپنی دین و دنیا کو سنوار سکیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

ذکر اس پری وش کا اور انداز بیاں اپنا
بن گیا رقیب تھا جو رازداں اپنا

سو آیئے آج ہم اس انسان کامل کا اس انداز سے ذکر خیر کریں کہ دل و دماغ کے اندھے، اور نابینا بھی اس نور کی روشنی کو محسوس کریں۔ مگر جب ہم فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والے آفتاب کی حیات بخش شعاؤں کا تذکرہ کرتے ہیں جنھوں نے نخل انسانیت میں لاتعداد خوبصورت ترین، پھول کھلائے، لاتعداد شیریں پھل دیئے، اور انسانیت کے باغ میں آفاقی خوش رنگی پیدا کی اور ان شاءاللہ تاقیامت یہ پھل پیدا ہوتے رہیں گے اور تا ابد یہ پھول اپنی خوش رنگیاں بکھیرتے رہیں گے۔ جب ہم بطحا کی وادیوں سے اُٹھنے والی اس دلکش آواز کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے بولوں نے انسانیت اور شرافت کے کانوں میں ابدی رس گھول دیئے۔ جب مکہ کی وادی میں پیدا ہونے والے اس ابدی تازگی والے کائنات کے حسین ترین پھول کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی خوشبو اور لازوال رنگوں سے تاقیامت انسانی ذہن اور ضمیر تازگی حاصل کرتا رہے گا ان شاءاللہ۔ جب مدینہ کی بستی میں قیام کرنے والے اس نور کا

ذکر کرتے ہیں۔جس کے نوری قیام نے اس مدینہ کو ابدی مدینہ منورہ بلکہ مقدس بھی بنادیا۔ جب آمنہ کے لعل اور عبداللہ کے اس فرزند کا ذکر کرتے ہیں جس نے انسان کو اللہ کا عبد بننے کا صحیح گُر سکھایا۔عبدالمطلب کے اس پوتے کا ذکر کرتے ہیں جس کی ہر سانس، ہر حرکت، ہر نظر، ہر بات کا مطلب ہی انسان کی فلاح تھا۔اس کامل عبد کا ذکر کرتے ہیں جس کی عبادتوں نے آسمانی فضلوں اور رحمتوں کی لازوال، تاقیامت مسلسل بارشوں کو فلاح انسانی کے لیے زمیں پر کھینچ لیا ہے، اور اس اللہ سے روشناس کرایا ہے، جس کی رحمت اور فضل کا نہ تو کوئی کنارہ ہے اور نہ کوئی کمی اور یہ باران رحمت، رحمۃ للعالمین کے صدقے تاقیامت جاری ہے۔ جب اس آفاقی نبی کا ذکر کرتے ہیں جس کے ذکر کے بغیر آفاقی سچائیاں کبھی مکمل نہیں ہوسکتیں۔تو ساتھ ہی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات (حدیث شریف) بھی ذہن میں گھومنے لگتے ہیں اور ان میں ایک ارشاد کہ ’’میرے بعد جھوٹے نبوت کے دعویدار ہوں گے مگر میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘ پڑھکر، سن کر بہت شدت سے دل وعقل اور ایمان پر دستک دیتا ہے۔ خاص طور پر میں ایک خاص تکلیف، دکھ اور رنج وغصہ میں مبتلا ہوتا ہوں کہ میرے بزرگوں نے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو کیسے تسلیم کرلیا اور پھر میں وہاں نہ صرف پیدا ہوا بلکہ بچپن سے لے کر پچاس سال سے زیادہ کی عمر تک کسی اندھے بہرے اور گونگے انسان کی طرح اس دعویٰ کو حرز جان بنائے رکھا اور کٹھ پتلی کی طرح اس جماعت کے بزر جمہروں کے اشاروں پر ناچتا رہا۔لیکن جب سے اللہ تعالیٰ نے پتہ نہیں کس کے صدقے مجھ پر رحم کیا اور جھوٹی نبوت کے جال سے مجھے نجات دلائی ہے میں نے اپنے خدا سے اپنے آپ سے یہ عہد کیا ہے اور مسلسل اس عہد کو دہراتا ہوں، تاکہ کسی وقت بھی یہ عہد میری نظروں سے اوجھل نہ ہو کہ میں اُسوۂ حسنہ یعنی اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی پوری کوشش کروں گا، میں اپنی زبان سے، اپنے ہاتھوں سے، اپنی نظروں سے اپنے وسائل سے اپنی طاقت سے اپنی دولت سے اپنی اولاد سے اپنے اثر ورسوخ سے، اپنے عمل سے کسی کو بھی دکھ، تکلیف دینے سے پرہیز کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ بنی نوع انسان کے لیے رسول کریم کی پیروی میں زیادہ سے زیادہ نافع الناس بننے کی کوشش کروں گا۔ یادرکھیے نیکی کا اصل بیان اس کے عمل میں ہے اور اپنے انداز بیان کو بہتر سے بہتر کروں گا کہ شاعر تو رازداں کو رقیب بناتا ہے لیکن ہمارا رقیب اور دشمن بھی اپنا رازدان بن جائے۔خدا کی قسم آج بھی اسوۂ رسول میں وہ طاقت ہے اور تاقیامت یہ طاقت لازوال رہے گی کہ اس پر عمل سے دشمن بھی اپنے پیارے بن جاتے ہیں ماسوائے جن کے دلوں کو خدا نے خود کمینگی اور حسد سے بھر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کامیاب بیان، صرف اور صرف کامیاب عمل ہی ہے۔اور یہ بیان صرف نماز روزہ تک ہی محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر معلوم پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔جس دن ہم نے اپنے اخلاق، اپنے عمل، اپنے کردار، اپنے قول وفعل اپنے لین دین، اپنے سلوک، اپنے طریق، اپنی نظر ، اپنا وقت، اپنا مال، اپنی اولاد، ان سب کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کردیا تو خدا کی قسم دنیا کی کوئی طاقت

ہماری کامیابی کو نہیں روک سکتی، نہیں روک سکتی اور نہیں روک سکتی۔ میرے قادیانی دوستو! آپ کو بھی کہتا ہوں کہ آؤ اور پورے یقین سے ادھر آؤ کہ بلاشبہ فلاح اسی میں ہے، جن مصنوعی نبوتوں کی طرف آپ بھاگ رہے ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اور حقیقی عزت صرف محمد صلی اللہ علیہ کی غلامی میں ہے باقی سب جھوٹ ہے، نجات صرف خاتم النبیین کے مقام کو پہچاننے میں ہے اس کے بغیر باقی سب جہل ہے۔

خاتم النبیین کا مفہوم کیا ہے؟ کیا صرف آخری نبی ہونا ہی اس کا مفہوم ہے؟ کیا یہ کوئی واقعی فخر کی بات ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں؟ نہیں یہ کوئی ایسے فخر کی بات نہیں کہ ہم اچھلتے پھریں، مگر اس طرح فخر کی بات ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنے وقتوں میں، اپنے زمانوں میں، اپنی قوموں میں، ہر لحاظ سے اس وقت کے سب انسانوں سے بہتر تھے اور اس وقت کے مطابق ایک مثال تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے بعد نسل انسانی پر رحم کیا اور ان کو ایک کامل نبی عطا کیا، جس کو کمالات نبوت میں، نیکی میں، شرافت میں، اخلاق میں، حسن سلوک میں غرضیکہ ہر اچھی بات میں جہاں انسان کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اس حد تک پہنچا کر کہا کہ اے بنی نوع انسان آج میں نے اس ہستی میں انسانیت کے تمام اخلاق حسنہ کی تکمیل کر دی ہے اور اس کامل انسان میں کمالات نبوت بھی تکمیل تک پہنچا دیئے ہیں اس لیے اس کے بعد تمہیں کسی اور آئیڈیل کی، کسی نبی کی، کسی دین کی ضرورت نہیں مگر جو میں نے اس پر نازل کیا۔ میں نے شروع میں جو آیت کریمہ بیان کی ہے ہمیں یہی بتاتی ہے کہ جس طرح رسول کریم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اسی طرح بوجہ کمال کے آخری نبی بھی ہیں اور بوجہ اکملیت کے ہی آخری نبی ہونا باعث فضیلت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’میں ان لوگوں کے لیے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے‘‘۔ یہ اسی طرح ہے جب سورج نصف النہار پر ہو تو چاند ستاروں کی ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح اب نبوت کا سورج تا قیامت نصفِ النہار پر چمکتا رہے گا اس لیے کسی دوسرے نبی کی تا قیامت ضرورت نہیں۔ میری پیدائش اور اُٹھان جماعت احمدیہ میں ہوئی ہے اور عمر بھی وہیں گزری ہے۔ میں کسی عالم کی تقریر یا کتاب دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت کے مصداق کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں رکھتا ہے، کے مصداق میری راہنمائی اس طرح کی کہ میں مرزا غلام احمد صاحب کی کتابیں پڑھ کر اور ان کے تضادات دیکھ کر مسلمان ہوا ہوں اور مسلم علماء کی کتابیں کیوں نہیں پڑھیں کہ ایک تو میں کسی ایسے شخص کو جانتا نہیں تھا، دوسرے جو اس موضوع پر چند کتابیں اس وقت میرے ہاتھ لگیں اتفاق سے ان میں سے اکثر کتابیں بجائے دلائل کے Provocative تھیں اور ان کا انداز بیان مدلل سے زیادہ مشتعل تھا۔ لیکن جیسے میں اسلام کے نزدیک آتا گیا تو ان کتب کے مقابلے میں بہت سی ایسی معیاری کتب بھی پڑھنے کو ملیں جن میں بہت سے جید علماء نے تحقیر آمیز انداز

سے صرف نظر کرتے ہوئے بڑے شستہ اور مدلل انداز سے اپنا مؤقف پیش کیا ہے، الحمدللہ۔

مرزا صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں ’’کیونکہ میں بار ہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت ’’وَآخَرِینَ مِنۡهُم لَمَّا یَلۡحَقُو بِهِم‘‘ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا ہے‘‘ (بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ ررخ جلد ۱۸ رصفحہ ۲۱۲)۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ’’میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے جو مجھے چھوڑتا ہے، کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے‘‘ (کشتی نوح ررخ جلد ۱۹ رصفحہ ۶۱) اور ان کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں ’’چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتیٰ کے ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی نظم رکھتے ہیں‘‘ (بحوالہ کلمۃ الفصل رصفحہ ۱۰۴ رمصنفہ مرزا بشیر احمد، ایم اے) مرزا صاحب منہ سے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں لیکن جب ہم حقیقتاً ان کی تحریروں کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ اور ان کی اولاد اور ان کے علماء دراصل مرزا صاحب کو ہی خاتم الانبیاء کے طور پر پیش کرتے ہیں، نعوذ باللہ۔ مرزا صاحب کا بخشا ہوا دام ہمرنگ زمیں ہی بچھا کر جماعت احمدیہ دنیا میں مسلمانوں کا شکار کر رہی ہے، اور آکاس بیل کو شجر اسلام کی شاخوں پر چڑھا کر اس مذہب کو اسلامی شجر کے پھل کے طور پر پیش کر رہے ہیں، اس لیے ان حربوں کو پہچان کرنا کام بنانے کا کام بھی بیان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی آئے گا اور جب ہم قادیانی تحریک اور اس جیسی دوسری تحریکوں سے شجرِ اسلام کو صاف کر لیں گے تو یہ شجر زیادہ پھل دار، زیادہ سرسبز، زیادہ سایہ دار، زیادہ خوشبودار نظر آئے گا۔

قادیانی خاتم کے معنی مُہر کے کرتے ہیں، چلیے ان کے معنی ہی مان لیے، اب اپنے نبی کی نبوت پر رسول کریم کی مہر تو دکھا دیں، جس کو وہ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیتے ہیں۔ اس کے اخلاق، اس کی حیاء، اس کی باتوں، اس کے اوصاف، اس کی زندگی، اس کے وعدوں، اس کی امانت، اس کی دیانت، اس کا اپنے اہل وعیال سے سلوک، اس کی عفت، غرض کسی بات پر ہی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دکھا دیں۔ اور اگر واقعی ہی دیانت داری سے غور کریں گے تو کبھی نہیں دکھا سکیں گے، ان شاء اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تو بڑی دور کی بات ہے، جب آپ دیانت دارانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر مرزا صاحب کے اعمال اور ان کی زندگی کا جائزہ لیں گے تو آپ مرزا صاحب کو ایک عام شریف آدمی بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔

اب میں آپ کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ جب ہم ایسی ناپاک جسارتوں کو بے نقاب کرتے ہیں یا کریں گے تو دراصل بالواسطہ طور پر ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کا ہی حق ادا کرتے ہیں اور کریں گے۔ لیکن یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ہم نے اپنا یہ فرض کس طرح ادا کرنا ہے؟

ہم نے یہ فرض حکمت، سچائی، اخلاق اور دلائل کے ساتھ ادا کرنا ہے، ہم نے جھوٹ، بیوقوفی، بداخلاقی، گالم گلوچ، اشتعال کو پرے پھینکنا ہےاور قریب نہیں آنے دینا، میرا ایمان ہے کہ سچائی کو جھوٹ کی ٹانگوں کی ضرورت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کا دفاع کے لیے گھٹیا حربوں کی ضرورت نہیں بلکہ ان کی سنت پر عمل میں ہے۔

میں اب پھر اصل موضوع پر آتا ہوں، ہمیں خدا تعالیٰ نے رسول کریم کے اعمال، اقوال اور نمونہ کی صورت میں سچے موتیوں کا ایک ایسا ڈھیر عنایت کیا ہے کہ بنی نوع انسان تا قیامت بھی یہاں سے موتی اٹھاتے رہیں گے تو یہ اسی طرح کم نہیں ہوگا، جس طرح سمندر سے ایک چلو پانی لے لیں تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس ڈھیر سے چند موتی آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں مگر اسطرح کہ ایک ذکر اس پاک ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ذکر خود ساختہ نبی کا تا کہ اس کا جو غلط دعویٰ ہے کہ وہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک ہی وجود ہیں آپ پر روز، روشن کی طرح عیاں ہو جائے اور قادیانی امت کے لیے حجت بھی ہو کہ خدا کی قسم کوئی نہیں جو اس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی ہو اور نہ ہی ہوسکتا ہے، یہ خدا کا وعدہ ہے اور زمین آسمان تو ٹل سکتے ہیں مگر خدا کا وعدہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اس طرح بیان کا طریقہ اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب بعض دفعہ خوبصورت چیز کے قریب بدصورت چیز رکھیں تو نہ صرف خوبصورتی مزید ابھرتی ہے بلکہ بدصورت چیز بھی اپنی بدصورتی میں نمایاں ہوتی ہے۔ ممکن ہے اس طرح کسی خود ساختہ نبی کے ماننے والے کو بھی اس کے جعلی پن کا احساس ہو جائے کہ یہ خود ساختہ نبی کچھ اور تو ہوسکتے ہیں لیکن کسی طرح بھی اس عدیم المثال وجود کا پرتو نہیں ہوسکتے اور جھوٹے مدعی نبوت کی کراہت آمیز زندگی نمایاں ہو کر نظر آئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سدابہار دیانت اور امانت کے واقعات نہ صرف نسل انسانی کا انمول سرمایہ ہیں بلکہ ایک ایسا نمونہ ہیں کہ جیسے جیسے ہم ان کی تفصیلات اور نتائج اور اثرات پر غور کرتے ہیں، ہمارے سامنے نہ صرف امانت کے فلسفہ کی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں بلکہ اس کی لازوال خوشبو سے انسانی ضمیر مہک مہک جاتا ہے۔ اور نہ صرف آپ کی امت بلکہ ہر زمانے کے اشد ترین مخالفین بھی بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ دیانت اور امانت کی کوئی سدابہار مثال ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک۔ جب آپ کی عمر تقریباً ۲۴/۲۵ سال تھی، اور آپ کی دیانت کے قصے چہار سو، زبان زد عام ہو رہے تھے، حضرت خدیجہؓ جو کہ مکہ میں ایک انتہائی مالدار خاتون تھیں نے آپ سے رابطہ کیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے مال تجارت کے قافلے کو اپنی نگرانی اور سیادت میں لے کر جائیں، میں آپ کے ساتھ خدمت کے لیے اپنے غلام میسرہ کو ہمراہ کر دیتی ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور قافلہ لے کر چلے۔ جب سفر تجارت سے کامیاب واپسی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی امانت کا بوجھ اتارا تو اس مال میں اتنا زیادہ منافع ہوا تھا کہ اس سے قبل کبھی اتنا منافع نہیں ہوا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ جب حضرت خدیجہؓ کے غلام مَیسَرَہ نے آپ کی دیانت، تقویٰ اور امانت کے تحفظ کا بتایا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جو کہ آپ نے حضرت

خدیجہؓ کی شرافت، اوراخلاق حسنہ کودیکھتے ہوئے قبول کرلیا۔اب جن صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں نعوذ باللہ، ان کا کردار کیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کی بھی تقریباً یہی عمر تھی، مگر شادی شدہ تھے اور دو بچوں کے باپ تھے، اس کا مطلب ہے کہ برے بھلے کی تمیز تھی، مرزا صاحب کے والد صاحب نے ان کو سرکاری خزانے سے پنشن لینے کے لیے بھیجا، جو کہ سات سو روپے تھی اس رقم سے چند دن گلچھڑے اڑائے اور پھر سیالکوٹ جا کر نوکری کرلی۔

جب ذکر اُم المومنین کا چھڑا ہے تو لگے ہاتھوں یہ بھی واقعہ سن لیجئے۔ جب ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی تو وہ اس وقت مکہ مکرمہ کی مالدارترین خاتون تھیں، انہوں نے تمام دولت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کردی، حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی جلد ممکن ہوا تمام دولت ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں گے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بھی ایسا ہی، حتیٰ کہ بعض اوقات ایسا سخت وقت بھی آیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا، مگر ناز ونعم میں پلی ہوئی خدیجہؓ کے ماتھے پر زندگی بھر بھی ایک بل تک نہ آیا بلکہ الٹا ان کو حسرت تھی کہ کاش اور مال ہوتا تو وہ بھی سرورکونین کے قدموں میں نچھاور کردیتیں، یہ کردار تھا اس خاتون کا جس کو خدا تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ام المومنین بنا دیا اور جن کو ام المومنین کہتے ہوئے انسان کا سرفخر سے سربلند ہوجاتا ہے۔اب ام المومنین آف قادیان کا بھی واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اُم المومنین اپنے خاوند کو روپیہ دیتی ہیں اور وہ بھی اُدھار اور اس ادھار کو کچہری میں رجسٹر کرواتی ہیں۔ مرزا صاحب کے بیٹے لکھتے ہیں کہ ’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ رہن نامہ جس کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا باغ حضرت والدہ صاحبہ کے پاس رہن رکھا تھا۔ میں دیکھا ہے وہ باقاعدہ رجسٹری شدہ ہے اور اس کی تاریخ ۲۵ جون ۱۸۹۸ء ہے زر رہن پانچ ہزار روپیہ ہے، جس میں سے ایک ہزار نقد درج ہے اور باقی بصورت زیورات ہے۔ اس رہن میں حضرت صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں۔ ’’اقرار یہ ہے کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن مرہونہ نہیں کراؤں گا۔ بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زر رہن دوں تب فک الرہن کرالوں ورنہ بعد انفصال میعاد بالا یعنی اکتیس سال کے بتیسویں سال میں مرہونہ بالا ان ہی روپوں میں بیع بالوفا ہوجائے گا اور مجھے دعویٰ ملکیت نہیں رہے گا۔ قبضہ اس کا آج سے کرادیا ہے اور داخل خارج کرادوں گا اور منافع مرہونہ بالا کی قائمی رہن تک مرتہنہ مستحق ہے اور معاملہ سرکاری فصل خریف ۱۹۵۵ء بکرمی سے مرتہنہ دے گی اور پیداوار لے گی‘‘ (روایت نمبر ۳۶۶، سیرت المہدی جلد دوئم، صفحہ ۵۲ و ۵۳، مصنفہ مرزا بشیر احمد)۔ اب آپ اس رہن نامہ کے ایک ایک لفظ پر غور کریں اور سردھنیں کہ یہ ایک خود ساختہ پیغمبر کی بیوی کا اپنے خاوند سے کیا رویہ ہے لیکن آپ ذرا یہ بھی غور کریں کہ ایک خود ساختہ پیغمبر کے گھر میں چھ کلو سونا بھی پڑا ہوا ہے اور کہاں سے آیا؟ یہ بھی ایک سوال ہے، جہیز میں تو اتنا لانا ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ وہ ایک محکمہ انہار کے ایک کثیر العیال نقشہ نویس کی بیٹی تھیں اور مرزا صاحب کے بقول خود ان کے اپنے مالی

حالات ایک کم تر درجے کے زمیندار کی طرح ہو گئے تھے اور براہین احمدیہ اور اس کے بعد دوسری کتابیں چھاپنے کے لیے چندے کی اپلیں کرتے رہتے تھے۔ دوسری طرف جس کی برابری کا نعوذ باللہ دعویٰ ہے اُس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ شام تک گھر میں اگلے دن کے لیے کچھ جمع نہیں رہنے دیتے تھے۔

اب ایک دوسرا پہلو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نبی اللہ کے اپنے وقت کے بادشاہوں اور دوسرے معزز لوگوں کو خطوط بھیجے، وقت کی کمی کے پیش نظر تمام خطوط یا ہر پہلو پر تو بات نہیں ہو سکے گی مگر میں ایک خط جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم یا قیصر روم کے نام لکھا، اس وقت روم ایک بڑی طاقت تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں۔ ''**بسم اللہ الرحمن الرحیم**'' یہ خط ہے محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہرقل کی جانب جو کہ روم کا بڑا شخص ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ امابعد میں تجھ کو دعوت دیتا ہوں، اس کلمہ کی جو اسلام کی طرف لانے والا ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ کی، اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ دہرا اجر عطا کرے گا۔ جیسا کہ اہل کتاب سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے (اُولٰئِکَ یُؤتَونَ اَجرَھُم مَرَّتَین)۔ پس اگر تو اسلام سے روگردانی کرے تو تمام رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ تجھ پر ہوگا کہ تیرے اتباع میں اسلام کے قبول سے باز رہے اور اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مُسلّم ہے۔ وہ یہ کہ سوائے اللہ کے کسی چیز کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب اور معبود نہ بنائیں۔ پس اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں یعنی اللہ کے حکم کے تابع ہو چکے ہیں''۔

اب آپ دیکھئے کہ اس زمانہ کے مروج طریق کے مطابق کتنے وقار سے اور عزت سے مخاطب کرتے ہیں ایک عالمی طاقت کے سربراہ کو، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقصد صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ ذاتی پیغام، اللہ کے پیغام کی آڑ میں، نہ کسی جواب کی تمنا، نہ کسی رسید کی، نہ کسی خوشنودی کی، نہ ہی کہیں کاسہ لیسی ٹپکتی ہے اس خط سے، اب میں مرزا صاحب کے کچھ اقتباسات پیش کروں گا۔ پورے پورے خطوط کے بیان اس جگہ ممکن نہیں، اور دوسرے اصل مقصد فرق واضح کرنا ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے نبی میں اور میڈ بائی انگریز نبی میں کیا فرق ہوتا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی پچاس سالہ جشن تاجپوشی پر مرزا صاحب نے ۶۳ صفحات کی ایک کتاب لکھی، جس میں ملکہ کو جوبلی کی مبارک باد دیتے ہوئے اپنا اور اپنی جماعت کا تعارف کروایا اور انگریزی حکومت سے اپنے بزرگوں کے وفاداری کے قصے بیان کیے۔ پھر ان افراد کی فہرست دی جو شامل ہوئے، اس کو مرزا صاحب اس طرح شروع کرتے ہیں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ عریضہ مبارک بادی، اس شخص کی طرف سے ہے۔ جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھڑانے آیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی کے ساتھ دنیا میں سچائی قائم کرے۔ اور اپنے بادشاہ ملکہ معظّمہ سے جس کی وہ رعایا ہیں سچی اطاعت کا طریق سمجھائے یہ نوشتہ ایک ہدیہ شکر گزاری ہے کہ جو عالی جناب قیصرہ ہند ملکہ معظّمہ والی انگلستان و ہند دام

اقبالہا بالقابہا کے حضور میں بتقریب جلسہ جوبلی شصت سالہ بطور مبارک باد پیش کیا گیا ہے۔ مبارک! مبارک! مبارک!!! (صفحہ نمبر ۲۵۲) اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے آج ہمیں یہ عظیم الشان خوشی کا دن دکھایا جس قدر اس دن کے آنے سے مسرت ہوئی کون اس کو اندازہ کرسکتا ہے............اور ایسا ہو کہ جلسہ جوبلی کی تقریب پر (جس کی خوشی سے کروڑ ہا دل برٹش انڈیا اور انگلستان کے جوش نشاط میں ان پھولوں کی طرح حرکت کر رہے ہیں جو نسیم صبا کی ٹھنڈی ہو اسے شگفتہ ہو کر پرندوں کی طرح اپنے پروں کو ہلاتے ہیں) جس شور سے زمین مبارک باد کے لیے اچھل رہی ہے (صفحہ ۲۵۴) اگر چہ میں اس شکر گزاری کے لیے بہت سی کتابیں اردو عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اور ان میں جناب ملکہ معظّمہ کے تمام احسانات کو جو برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے شامل حال ہیں اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے۔ لیکن میرے لیے یہ ضروری تھا کہ یہ تمام کارنامہ اپنا جناب ملکہ معظّمہ کے حضور میں بھی پہنچاؤں۔ (صفحہ ۲۵۵) ہم تیرے وجود کو اس ملک کے لیے خدا کا ایک بڑا فضل سمجھتے ہیں اور ہم ان الفاظ کے نہ ملنے سے شرمندہ ہیں۔ جن سے ہم اس شکر کو پورے طور پر ادا کر سکتے۔ (صفحہ ۲۶۶) غرضیکہ تمام کتاب اسی طرح کی باتوں سے پُر ہے۔ اب ہوتا کیا ہے ملکہ اس کتاب کو اتنی بھی اہمیت نہیں دیتی، کہ اس کا دفتر اس کی رسید ہی بھجوادے جواب نہ ملنے پر مایوسی کی گہرائیوں میں غوطے کھاتے ہوئے مرزا صاحب نے جواب لینے کا یہ طریقہ نکالا کہ اسی کتاب کو انتہائی معمولی ردوبدل کے ساتھ ستارہ قیصریہ کے نام سے دوبارہ بھیجا، قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ ان کتابوں کا مقصد ملکہ وکٹوریہ کو تبلیغ اسلام تھا۔ ویسے تو کتاب کی جو چند سطور میں نے ابھی آپ کے سامنے پیش کی ہیں وہی کافی ہیں کتاب لکھنے اور بھیجنے کو مگر کتاب ستارہ قیصریہ کے ان حوالہ جات سے آپ کو اگر پہلے کوئی کسر رہ گئی تھی تو اب روز روشن کی طرح جناب مرزا صاحب کا یہ خط اور کتاب ملکہ وکٹوریہ کو بھیجنے کا مقصد واضح ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ’’اس عاجز کو وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص، اور محبت اور جوش اطاعت حضور ملکہ معظّمہ اور اس کے افسروں کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا انداز بیان کرسکوں۔ اس سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا......مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی ممنون نہیں کیا گیا......لہٰذا اس حسن ظن نے جو حضور ملکہ معظّمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں، دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اس تحفہ قیصرہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں‘‘۔ (ستارہ قیصریہ صفحہ ۲) آگے پھر لکھتے ہیں ’’میں دعا کرتا ہوں کہ خیر و عافیت اور خوشی کے وقت خدا تعالیٰ اس خط کو حضور قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پہنچا دے اور پھر جناب ممدوحہ کے دل میں الہام کرے کہ وہ اس سچی محبت

اور سچے اخلاص کو جو حضرت موصوفہ کی نسبت میرے دل میں ہے، اپنی پاک فراست سے اسے شناخت کر لیں اور رعیت پروری کی رو سے مجھے پُر رحمت جواب سے ممنون فرمائیں''۔ (ستارہ قیصریہ صفحہ۴)۔

ایک طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ اولیائے کرام اور دوسرے آئمہ ہمیشہ درباروں سے چھپ کر رہتے تھے اور اگر بلاوہ بھی آتا تھا تو معذرت کر لیتے تھے اور ایک طرف یہ خود ساختہ نبی صاحب ہیں کہ ہر قیمت پر اپنی کاسہ لیسی کے معمولی سے معمولی کام کو بھی ملکہ معظّمہ تک پہنچانے اور بااصرار کلمہ شاہانہ سے ممنون ہونے کے لیے تڑپتے ہیں۔ اور ملکہ کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ بار بار یاد کراتے ہیں کہ ان کو کلمہ شاہانہ سے ممنون کیا جائے۔ مگر وائے قسمت محمدی بیگم کی حسرت کی طرح کلمہ شاہانہ سے ممنون ہونے کی حسرت بھی دل میں لیے ہوئے مرزا صاحب اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

لیکن بات صرف یہیں ہی نہیں رہتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا ہی مشہور واقعہ ہے کہ جب کفار مکہ آنحضور کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور حسین عورتوں، مال و دولت اور سرداری کی پیش کش کی، صرف اس شرط پر کہ جو خبریں ان کو خدا تعالیٰ دیتا ہے وہ آگے بیان نہ کریں اور ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں اور پیشکش قبول نہ کرنے کی صورت میں پورے عرب کی تلواریں رسول کریم کا سر قلم کرنے کو تیار تھیں۔ اب ایک طرف تو ہر قسم کی (بظاہر) عزت اور مراعات کی پیشکش ہے اور دوسری طرف نہ قبول کرنے کی صورت میں زندگی ختم کرنے کی دھمکی ہے اور خدا کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کیا تھا، کہ چچا اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور دوسرے پر چاند، یا دوسری صورت میں میری زندگی بھی لے لیں، مگر میں خدا کا پیغام پہنچانے سے کبھی بھی باز نہیں آسکتا یہ جواب اس لیے تھا کہ وہ خدا کے نبی تھے، اب میڈان قادیان نبی کی بات بھی سن لیں، ''غرض ایک مرسل اور مامور کے لیے خلافت اور نبوت کا منصب ثابت کرنا کسی ایسی تائید الٰہی کو چاہتا ہے جس کے ساتھ پیشگوئی ہو اور اس پیشگوئی کی ضرورت سمجھتا ہے جس کے ساتھ تائید ہو''۔ یہاں اپنے قلم سے تسلیم کر رہے ہیں کہ مرسل کے لیے پیشگوئی ضروری ہے (نزول المسیح / صفحہ ۵۰۵ حاشیہ / رخ جلد 1) اب ہوتا کیا ہے کہ مرزا صاحب ایک اشتہار دیتے ہیں ''اپنے مریدوں کے لیے اطلاع، جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کے لیے اعلان جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ پر عدالت جے ایم ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے''۔ آگے اس اشتہار میں ہی لکھتے ہیں، ''اور ہم تو ایک عرصہ گزر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع بھی کر چکے کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیشگوئی نہیں کریں گے'' (مجموعہ اشتہارات / جلد سوم / صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶) اب آپ دیکھیں کہ قرآن کریم بھی واضح طور پر کہتا ہے کہ نبی پر جو ہم نے نہیں اتارا اس کو وہ وحی کے طور پر پیش کرنے کا حق نہیں اور جو اس پر نازل کیا ہے اس کا نبی کو چھپانے کا حق نہیں، اب

اگر مرزا صاحب واقعی خدا کے نبی ہیں ان کو کس نے حق دیا ہے کہ خدا تعالیٰ جو پیشگوئیاں ان پر نازل کرتا ہے وہ ایک مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر کے کہنے سے بیان نہ کریں، لیکن اگر میڈ بائی انگریز ہیں تو پھر مجسٹریٹ بھی ان کو روک سکتا ہے اور یہ فرق ہوتا ہے اللہ کے مبعوث کیے ہوئے نبی میں اور میڈ ان قادیان نبی میں۔ احمدی احباب اکثر یہ تاثر دیتے ہیں کہ دوسرے (یعنی مسلمان اور دوسرے مذاہب والے) اشتعال انگیزی اختیار کرتے ہیں لیکن ذرا اسی انگریز کی، جس کی کاسہ لیسی کرتے اور دوسروں کو کاسہ لیسی کی طرف مائل کرتے ہوئے اور انگریزوں کے انصاف اور دیانتداری پر کتابیں سیاہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کی ساری زندگی گزری، ایک اور عدالت کیا فیصلہ دیتی ہے۔ ''غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں، باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کیے ہیں جن سے اُن لوگوں کی ایذا متصور ہے، جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں...... جو اثر اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری انہی پر ہوگی اور ہم انھیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ میانہ روی اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی رو سے بچ نہیں سکتے، بلکہ اس کی زد کے اندر آ جاتے ہیں۔ دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، گورداسپور، ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء۔ یاد رہے کہ یہ وہی ڈگلس صاحب ہیں جن کو مرزا صاحب نے اس زمانے کا پیلاطوس قرار دیا تھا اور جن کے انصاف کی اپنی کتاب میں بے حد تعریف کی ہے۔ کیا رسول کریم کا رویہ بھی دوسروں کی تحقیر کرنے والا اور ایذا دینے والا تھا؟ یاد رکھیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو نہ تو رسول کریم کے برابر کھڑا کیا جا رہا ہے اور نہ ہی وہ اس قابل ہیں کہ ان کا موازنہ رسول کریم سے کیا جائے، لیکن چونکہ مرزا صاحب نے بزعم خود اس طرح کے دعوے کیے ہیں، اس لیے ان کے دعووں کی قلعی کھولنے کے لیے یہ موازنہ کیا گیا ہے اور یہ موازنہ دو برابر کی چیزوں کا نہیں بلکہ سچ اور جھوٹ کا ہے۔ ویسے مرزا صاحب کی زندگی کا جو بھی پہلو لیں تو وہ کہنا کیا چاہتے ہیں، اس کو بغور پڑھیں اور بس پھر آپ ان کی تحریر اور دلائل کی پھرتیاں ہی دیکھیں، ان کی خود ساختہ تشریحات، تحریفات اور تضادات کے ذریعہ ایسی ایسی موشگافیاں دیکھنے کو ملیں گی کہ ایک بار تو آپ چکرا کر رہ جائیں گے اور تمام کتاب پڑھنے کے باوجود آپ فیصلہ نہیں کر سکیں گے کہ زلیخا مؤنث ہے یا مذکر۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت لعنتی بھی ہے اور نبوت جاری و ساری بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکیلے ہی بن باپ کے پیدا ہوئے لیکن ان کے حقیقی بہن بھائی بھی تھے۔ صحابہ کبارؓ قابل عزت اور احترام بھی ہیں، لیکن دوسری طرف سرداران صحابہ ان کی (مرزا) جوتیاں باندھنے کے بھی لائق نہیں (نعوذ باللہ)، وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو تضاداتی وفتنہ پرور شخصیت کا خطاب آپ بلاتردد عطا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دامن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر وابستہ رہنے کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔ لاکھوں درود اور سلام اس کملی والے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

قاری محمد بن قاری محمد صدیق صاحب (مہتمم دارالقراء کریم ٹاؤن فیصل آباد)

حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی یادیں

حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔ میری حضرت سے سب سے پہلی ملاقات آج سے بائیس سال قبل حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب کے مدرسہ جامعہ عربیہ عبیدیہ کے ایک سالانہ پروگرام غالباً 1998 میں ہوئی۔ یہ طالبان کا دور تھا۔ ان سے پہلے حضرت مولانا اللہ وسایا قاسم صاحب نے بیان کیا تھا۔ چونکہ وہ مجاہد تھے تو طالبان کی عظمت پر بیان کیا جس کے بعد ایک نظم پڑھی گئی۔ اور پھر حضرت سید عطاء المہیمن شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان تھا۔ حضرت نے بڑے احسن انداز میں طالبان کی تعریف بیان کی اور انہیں دعاؤں سے نوازا۔ ہم نے چونکہ اپنی زندگی میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی اور تعریف بہت سنی تھی۔ لیکن ایک اشتیاق تھا جب ہم نے حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا تو بہت خوشی ہوئی۔ ان کی گفتگو، ان کے قرآن پاک پڑھنے کا باکمال انداز کہ جو باتیں بڑے حضرت کے بارے میں سنی تھیں وہ سو فیصد ان میں نظر آئیں۔ بالخصوص شکل وصورت میں بالکل بڑے حضرت کے مشابہ تھے۔

مجھے یاد ہے ہم جذبات محبت میں سرشار تھے ہمارے ہمراہ دارالعلوم کے بہت سے طلبہ تھے اور صرف حضرت کو دیکھنے ہم گئے تھے۔ تو اس طرح وہ حضرت کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد ڈجکوٹ کے قریب ایک علاقہ ہے جالندھر۔ وہاں ڈاکٹر ریاض صاحب کی دعوت پر تشریف لائے۔ والد گرامی حضرت قاری محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں مدعو تھے مجھے یاد ہے ڈاکٹر صاحب والد گرامی کو لینے کے لیے گاڑی پر گھر تشریف لائے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا جب جالندھر پہنچے تو مغرب کا وقت تھا۔ اجتماع شروع ہوا میں تلاوت کر رہا تھا تو اس وقت شور سا ہوا حضرت مجمع میں تشریف لائے تو میں نے تلاوت روک دی۔ تو حضرت نے فرمایا تلاوت جاری رکھو تلاوت قرآن سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ میری کیا حیثیت ہے، یہ استقبال کو چھوڑو۔ یہ بات بہت اونچی آواز سے فرمائی۔

تلاوت کے بعد فرمایا کہ حضرت قاری محمد صدیق صاحب کہاں پہ ہیں؟ والد صاحب فرمانے لگے کہ بندہ ناچیز کا نام ہے۔ تو فوراً اٹھ کر معانقہ فرمایا اور فرمایا بڑی مدتوں سے میں آپ کا متلاشی ہوں۔ میں آپ کا نام سنتا رہتا ہوں اتفاق کی بات ہے کہ آج ملاقات ہوئی ہے۔ (ہر سال اتحاد القراء کی جماعت جو والد صاحب کی جماعت تھی اور آج

بھی ہے۔اس وقت والد گرامی سر پرست تھے اوراس وقت بندہ ناچیز سر پرست ہے۔اس جماعت کے قراء کرام ہر سال حضرت کے پروگرام مجلس قرآت چودہ شعبان جامع مسجد میں احرار چناب نگر میں شرکت کیا کرتے تھے۔)

ان دنوں والد گرامی کچھ بیمار تھے۔درد ِگردہ تھا تو والد گرامی کی تشریف آوری نہ ہوسکی۔تو حضرت نے فرمایا آپ کا نام بہت سنا ہے لیکن افسوس تھا کہ ملاقات نہ ہوسکی۔آج مجھے پتہ چلا کہ حضرت قاری محمد صدیق صاحب تشریف لائے ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔تو اس طرح دوسری بار حضرت کی زیارت جالندھر والے مسجد یا مدرسہ والے پروگرام میں ہوئی۔

اور اسی پروگرام میں حضرت نے ایک بات والد گرامی سے ارشاد فرمائی۔کہ میرے ہاں ہر سال سالانہ پروگرام مسلسل چلتا ہے شب برات کے موقع پر۔تو میں اس بارے میں پریشان ہوں کہ مجھے قراء کرام کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ چار پانچ یا چھ ہو جائیں پوری رات محفل ہوتی ہے۔میرا دل چاہتا ہے کہ آئندہ آپ بھی تشریف لائیں اور صاحبزادہ (راقم کے بارے میں فرمایا) سمیت اور بھی حضرات کو لے کر آئیں۔ مجھے یاد ہے کہ والد گرامی کی حیات تک اور حضرت کی حیات کے آخر تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور الحمدللہ اب بھی جاری ہے۔(یہ بڑی لمبی داستان ہے مجھے یاد ہے جب پہلی بار والد گرامی چنیوٹ مسجد احرار تشریف لے کر گئے تو حضرت کے مریدین قراء حضرات جو بہاولپور سے بھی ہوتے تھے بہت سے قراء حضرات لاہور سے ہوتے تھے جن میں قاری سعید صاحب جو حضرت قاری نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تجوید کے استاد تھے والد گرامی کے بھی باکمال شاگرد تھے وہ بھی ان میں ہوتے تھے۔گویا تین ٹیمیں ہوتی تھیں ایک بہاولپور کی دوسری لاہور کی حضرت قاری سعید صاحب رحمہ اللہ کی سر پرستی میں تیسری فیصل آباد کی حضرت گرامی والد صاحب کی سر پرستی میں قاری حفیظ اللہ صدیقی صاحب، قاری طلحہ ہمدانی صاحب، قاری طیب سعید صدیقی صاحب، قاری عبدالعزیز معاویہ صاحب ،قاری عبدالرحمٰن مکی صاحب، قاری حامد صدیق صاحب، قاری محمود صدیق صاحب اور میں بھی ان میں ہوا کرتا تھا۔(یعنی قاری محمد صدیق)

شروع میں حضرت شاہ صاحب نے والد گرامی سے فرمایا کہ میں وہ پرانا دہقان ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا جس پر زمانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔حضرت چونکہ کھدر کا سوٹ پہنتے تھے لباس انتہائی سادہ ہوتا تھا تو یقین جانیے کہ حضرت کو دیکھ کر صحابہؓ کے دور کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔حسن اتفاق یہ کہ دونوں حضرات کی زبان پنجابی تھی دونوں میں کوئی بناوٹ نہیں تھی بلکہ بے بہا سادگی، کوئی ہٹو بچو کی صدا نہیں۔تو والد گرامی سے فرمایا کہ مجھے ایک وفادار ساتھی کی ضرورت ہے جو عہد کو وفا کرے۔کہ میری زندگی تک یا آپ کی زندگی تک یہ پروگرام کبھی بند نہیں ہونا چاہیے۔

مجھے یاد ہے کہ میرے والد گرامی نے حضرت شاہ صاحب سے معانقہ کیا اور ہاتھ میں ہاتھ ملا کر فرمایا کہ میں بھی ایک راجپوت ہوں والد گرامی کبھی بھی اس طرح کی بات نہ فرماتے تھے۔ لیکن اس دن فرمایا کہ میں بھی راجپوت ہوں میں نے اپنے بڑوں سے، اکابر سے وفاداری کرنی سیکھی ہے۔ حضرت یہ بھول جائیں میرے سر پر چھوڑیں میں جانوں میرا کام جانے۔ تو پھر پوری زندگی والد گرامی 18 سیٹر گاڑی کروا کر یا مختلف کاروں میں جس میں علماء کرام بھی قراء بھی، نعت خوان بھی، تو پوری پوری رات شب برات میں حضرت کے ہاں جاگ کر گزار دیتے تھے۔ پھر 7 دسمبر 2005ء کو بدھ شام والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔

پھر حضرت کو اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں اتنا چھوٹا حضرت اتنے بڑے، سال میں دو چار دفعہ حضرت کا لازمی فون آتا۔ حال احوال کے بعد سب قراء کرام کو سلام کو فرماتے۔ اور ارشاد فرماتے کہ بھئی میرے ساتھ دوستی نبھانی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بھول جاؤ۔ میں نے کہا حضرت ہم تو آپ کے بھتیجے ہیں۔ ہم آپ کے خادم اور نوکر ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ حکم فرمایا کریں۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم آپ کے حکم عدولی کریں۔ میرے قراء حضرات ساتھی گواہ ہیں کہ شب برات کو پورے اہتمام سے ہمارا قافلہ پہنچتا رہا۔

مجھے یاد ہے کہ جب بھی گیٹ سے داخل ہوتے تو اونچی آواز سے فرماتے او بھائی قاری محمد صاحب آئے کہ نہیں؟ او بھائی قاری صاحب کے صاحبزادگان والی ٹیم آئی کہ نہیں۔ ہم سے پہلے لاہور والے حضرات حضرت قاری سعید صاحب رحمہ اللہ اور جامعہ فتحیہ والے اور حضرات قاری عطاء الرحمٰن صاحب، قاری منور صاحب جھنگ والے ہوتے تھے تو پوچھتے کہ فیصل آباد کی ٹیم آ گئی کہ نہیں؟ تو جب کوئی کہہ دیتا کہ آ گئی تو فرماتے سبحان اللہ سبحان اللہ قاری صاحب تشریف لائیے۔ اپنے ساتھیوں مولانا محمد مغیرہ صاحب، مولانا محمود الحسن صاحب کو اکرام کرنے کا فرماتے۔

ہم ایک ایک کر کے آپ سے ملتے تو دعائیں دیتے اللہ برکت دے، اللہ خوش رکھے، اللہ جزائے خیر دے۔ ایسے دعائیں کرتے کرتے مہمان خانے میں بھیجتے۔ اگر چائے چل رہی ہوتی تو فرماتے او بھائیو قراء حضرات کا خیال کر رہے ہو یا ایسے چھوڑ دیا ہے۔ او بھائی ان کی طبیعت کے مطابق چائے لے کر آؤ، اتنی شفقت، اتنی محبت، کہ انتہا نہیں ہے۔

ایک مرتبہ جب جامع مسجد احرار چنیوٹ کی توسیع ہوئی پہلے مسجد چھوٹی تھی۔ شب برات کو ابھی ہم پہنچے نہیں تھے حضرت کا بار بار فون آ رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ سے اینٹ رکھوانی ہے۔ اور حضرت بھائی مولانا حافظ محمد ایوب صاحب بڑی نسبتوں والے ہیں والد گرامی حضرت قاری محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوست اور شاگرد بھی ہیں۔ 20 سال

میں کبھی بھی ایسا نہ ہوا ہو کہ وہ سفر چنیوٹ میں ہمارے ساتھ نہ ہوں ہر بار ہمارے ساتھ گئے ہیں حضرت قاری محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے لے کر آج تک سلسلہ برقرار ہے۔ اللہ کرے یہ ساتھ ہمیشہ برقرار رہے۔ اور اللہ پاک حضرت مولانا حافظ محمد ایوب صاحب کو اپنے شایانِ شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حضرت پیر جی رحمہ اللہ پوچھتے کہ قاری محمد صاحب آ گئے ان کی ٹیم آ گئی ہے؟ جب ہم پہنچے تو فرمانے لگے آیئے آیئے حضرت نے اپنے ہاتھوں میں اینٹ پکڑی ہوئی تھی اور فرمایا سب سے پہلے قاری محمد صاحب اپنے ہاتھوں سے اینٹ رکھیں گے۔ مجھے اتنی شرم محسوس ہوئی کہ مجھ جیسا نالائق اور ناکارہ حضرت جیسا باکمال، وقت کا وَلی، وقت کا مرشد، مرشدوں کا مرشد کہ مجھے میرے بھائیوں کو اور حضرت مولانا حافظ محمد ایوب صاحب کو عزتوں سے نوازے اور نوازتے ہی رہے۔

ایک دفعہ درمیان سال میں مجھے کال آئی مولانا مغیرہ صاحب جو وہاں کے ناظم اعلیٰ ہیں نے فرمایا حضرت شاہ صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں، مسجد احرار جو مرکز ہے تعمیر ہو چکا ہے حضرت فرما رہے ہیں کہ دعوت ہے سب ساتھی قراء کو لے کر تشریف لائیں۔ ہم تمام قراء کے ساتھ دو گاڑیوں میں گئے دو پہر کا وقت تھا حضرت ہمارے انتظار میں تھے کھانا شروع تھا۔ تو حضرت نے فرمایا کھانا تیار ہے آپ تشریف رکھیں، کھانا کھائیں۔ آپ کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے بہت خوشی ہے آپ کے آنے کی۔ کھانے میں چھوٹا گوشت اور تازہ تازہ روٹی کیا باکمال اور پرخلوص کھانا تھا۔ حضرت نے فرمایا بھائی یہ صدقہ کا مال نہیں ہے یہ میرے دوستوں نے نہایت کھرا مال خرچ کیا ہے میں مال کھلا رہا ہوں اس لیے سب ساتھی سیر ہو کر کھائیں۔ ہم نے کھانا کھایا جب جانے لگے تو بڑی دعاؤں سے رخصت فرمایا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب ہم پروگرام میں گئے تو حضرت نے قراء کا ہدیہ جو مجھے یاد نہیں فی کس پانچ سو یا ہزار تھا۔ میں نے کہا حضرت یہ تو بڑا بوجھ ہے آپ ہمیں نہ دیں۔ آپ کا بلا لینا یہ انعام سے کم نہیں ہے۔ تو مزاحاً مسکرا کر فرمانے لگے یہ بوجھ ہے تو سب پر تقسیم کر دو۔

آخری سال جب طبیعت خراب تھی حضرت موجود نہیں تھے حضرت مولانا سید شاہ کفیل بخاری صاحب مدظلہٗ تھے اس موقع پر ہم گئے تو پروگرام ہوا۔

آخری دو تین سال جب حضرت بہت کمزور اور نحیف تھے ہم ملے تو دعائیں دیں اللہ جزائے خیر فرمائے۔ واپسی کے وقت حضرت اپنے ضعف کی وجہ سے آرام فرما رہے تھے۔ اس طرح حضرت کے ساتھ تقریباً 20 سال کا ساتھ رہا۔

ایک عجیب بات جب پروگرام کا وقت ہوتا حضرت کبھی سٹیج پر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ مہمانوں کے اکرام میں نیچے

بیٹھتے اور فرماتے مجھے اس میں آسانی ہے۔ اگر ہم کہتے کہ حضرت آپ نیچے تو ہم بھی نیچے بیٹھیں گے تو فرماتے ایسے نہ کہو مجھے سکون سے بیٹھنے دو اور اپنا کام کرتے جاؤ۔ یہ ایک ان کی عظمت اور عاجزی تھی۔ جب تلاوت ختم ہوتی تو فرماتے او بھائی! مجمع کو قبرستان کیوں بنا دیا۔ سبحان اللہ، الحمدللہ کہو۔ یہ جاگنے کی راتیں ہیں مانگنے کی راتیں ہیں۔ اٹھو اور قرآن کو جیسے اس کے سننے کا حق ہے ویسے سنو۔ آخر میں حضرت اپنا مختصر سا بیان فرماتے اس میں بڑے پرترنم انداز سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے کہ سویا ہوا مجمع اٹھ بیٹھتا۔ اور جو نہ اٹھتا تو اس کو فرماتے او بھائیو! اٹھو اللہ سے مانگنے کا وقت ہے اللہ کو منانے کا وقت ہے۔ اردگرد دیہاتوں سے آئے ہوئے حضرت کے عقیدت مند شریک ہوتے۔ حضرت کی محنت سے ان کے اندر دینی شعور پیدا ہوا جو نہی حضرت کی آواز کان میں پڑتی اٹھنا شروع ہو جاتے۔ پھر حضرت رقت آمیز دعا فرماتے۔ دعا کے بعد کھانا ہوتا، جب ہم واپس آتے تو راستے میں اذان فجر شروع ہو جاتی گھر آ کر فجر کی نماز پڑھتے۔ تو یہ تقریباً بیس سال کا سفر تھا جو اپنے اندر بے شمار یادیں لیے ہوئے گزر گیا۔ یہ حضرت کی آخرت کے لیے بہت بڑا خزانہ ہے۔ حضرت کی شفقت دعائیں ساری عمر یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان کے بیٹے حضرت مولانا سید عطاء المنان مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مولانا سید کفیل شاہ صاحب جو حضرت کے بھانجے ہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین

حضرت کی وفات پچھلے سال ہوئی ہم بھی گئے ہم نے وہ احاطہ دیکھا جس میں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کی اہلیہ محترمہ اور ابناء گرامی کی قبور کی زیارت کی۔ حضرت کی وفات کے بعد اتنی افسردگی محسوس ہوئی جو آج دن تک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کی اوصاف حمیدہ جمیلہ قبول فرمائے۔ ان کے مشن کو پورا فرمائے۔ **آمین صلی اللہ علی النبی الکریم ﷺ وعلی الہ و اصحابہ اجمعین آمین یا رب العالمین**

not found.

انتظار احمد اسد

مولانا ظہور احمد بگویؒ......تحریک آزادی وحریت کا استعارہ

ان کے والد محترم بچپن میں انہیں اجمیر شریف لے گئے وہاں انہوں نے خواجہ اجمیریؒ سے نہ صرف فیض حاصل کیا بلکہ خواجہ بزرگ نے بلند مرتبے کے اشارے بھی دیے۔ آپ کی پیدائش 1900ء بمطابق 1318ھ بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ والد محترم مولانا عبدالعزیز بگویؒ استاذ الکل مولانا غلام محی الدینؒ کے بیٹے اور مولانا احمد الدین بگویؒ کے بھتیجے تھے جو اس زمانے میں بادشاہی مسجد لاہور کے مہتمم اور خطیب تھے۔ اس خاندان کی علمی، تحقیقی اور مذہبی خدمات کا یہ عالم ہے کہ تاریخ لاہور ان کے بغیر نامکمل ہے اور شمالی پنجاب کے زیادہ تر علماء نے اس خانوادے سے خاندان ولی اللہی کی انقلابی، فکری اور اجتہادی تعلیمات حاصل کیں۔

مولانا ظہور احمد بگوی کی ولادت کے وقت ان کے بڑے بھائی مولانا محمد ذاکر بگوی اور مولانا محمد یحییٰ بگوی لاہور میں مقیم تھے۔ والد محترم نے ولادت کی خبر دی اور ظہور احمد نام تجویز کیا۔ آپ کی تعلیم کا آغاز بھیرہ میں ہوا، ابھی کم سن ہی تھے کہ والد محترم 1908ء میں انتقال کر گئے۔ آپ کی تربیت برادر محترم مولانا محمد ذاکر بگوی اور مولانا محمد یحییٰ بگوی نے کی۔ آپ ان دنوں اپنی والدہ کے ہمراہ بھیرہ کے محلّہ املی والا میں اس جگہ رہائش پذیر تھے جہاں مرزائی فرقے کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی کا مسکن تھا اور لاہور کی بیگم شاہی مسجد میں مدفون مولانا غلام قادر بھیروی بھی اسی گلی میں رہتے تھے۔ کسے علم تھا کہ یہ تینوں شخص مستقبل قریب میں برعظیم کے افق پر بجلی بن کر چھا جائیں گے۔

آپ نے ابتدائی دینی اور درسی کتب اپنے برادر مکرم مولانا محمد ذاکر بگوی سے پڑھیں جو پیر سیال حضرت محمد الدین سیالویؒ کے خلیفہ اجل تھے۔ نہم تک تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں حاصل کی لیکن برادر مولانا محمد یحییٰ بگوی کے ٹرانسفر کی وجہ سے آپ سرگودھا منتقل ہو گئے اور یہیں سے آپ نے 1919ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مولانا اس کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے لاہور تشریف لے گئے اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے داخلے اور اخراجات کے تمام امور خواجہ ضیاء الدین ثالث سیالویؒ کی مشاورت سے طے پائے۔ لاہور میں آپ کا قیام کوچہ سراج الدین کشمیری بازار میں مفتی مظفر الدین کے ہاں رہا جو آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد ذاکر بگویؒ کے سعادت مند شاگرد تھے۔ ابھی آپ اسلامیہ کالج میں زیر تعلیم تھے کہ 8 نومبر 1920 کو کلکتہ میں آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی، آپ نے مجلس خلافت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ 26 اگست 1920 کو آپ نے اپنے برادر مکرم مولانا

نصیر الدین بگوی، ان کی اہلیہ اور شیر خوار بھتیجے افتخار احمد کے ہمراہ پہلا حج کیا۔ سفر حج سے لوٹے تو تحریک خلافت پورے برعظیم میں زوروں پر تھی۔ آپ نے ترک موالات کی حمایت میں زعماء کے فتوؤں اور فیصلوں کی وجہ سے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور اس دہکتے آلاؤ میں کود گئے۔ بھیرہ میں آپ معتمد مجلس خلافت مقرر ہوئے۔ آپ نے شعبہ صحافت کو چنا اور نومبر 1920 کو بھیرہ سے رجسٹرڈ ایل نمبر 1256 کے تحت ''ضیائے حقیقت'' کا اجراء کیا۔ اسی دوران حکیم عبدالمجید سیفی کے ہمراہ ضلع سرگودھا میں تحریک خلافت کو منظم کیا۔ اس دور میں بیرسٹر محمد عالم سیکرٹری خلافت کمیٹی سرگودھا تھے۔ حضرت پیر ضیاء الدین سیالویؒ کی سرپرستی میں آپ ضلعی مجلس خلافت سرگودھا کے ناظم مقرر ہوئے اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ کو انگریز حکومت نے 15 مارچ 1922 کو سرگودھا شہر سے گرفتار کیا اور جہلم اور راولپنڈی کی جیلوں میں ڈیڑھ سال قید رکھا۔ 1923 میں آپ کو رہائی ملی لیکن انگریز سرکار آپ سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ آپ کی خفیہ نگرانی کی جانے لگی۔ اب بھیرہ کے اس سپوت نے اپنے لیے وہ پرخطر راہ متعین کر لی جس میں کانٹے اور صعوبتیں تھیں۔ ضلع سرگودھا اور شاہ پور انگریز کے نمک خواروں ٹوانوں اور نونوں کا گڑھ تھا آپ نے یہاں آواز حق اور حریت وآزادی کا نعرہ بلند کیا یوں ضلع بھر کے پہلے سیاسی اسیر ٹھہرے۔

رہائی کے بعد ضلع بھر کے قصبات اور گاؤں کا دورہ کیا اور مجلس خلافت کی شاخیں قائم کیں۔ آپ نے 107 شہروں اور دیہاتوں کے دورے کیے اور یہاں مبلغین اور معتمدین خلافت بھیجے۔ مجلس خلافت میں آپ کی سرگرمیاں سات سالوں پر محیط ہیں۔ اس زمانے میں مولانا بگویؒ نے سفری اخراجات کے کلیم کا فارم اس انداز سے مرتب کیا کہ خلافتی کارکن کی سرگرمیاں اور صعوبتیں نظروں میں گھومنے لگتی ہیں۔ مولانا بگویؒ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کو مجلس خلافت مرکزیہ ہند کی مجلس عاملہ کا رکن مقرر کیا گیا اور 25 مئی 1924 کو مجلس خلافت دہلی کے اجلاس میں بھی شامل ہوئے اور پھر لاہور اور امرتسر کے اجلاسوں میں آپ نے شرکت کی۔ یہاں آپ کی ملاقات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ہوئی اور ان سے وہ رشتہ قائم ہوا جو ہنوز دونوں خاندانوں میں جاری وساری ہے۔ تحریک خلافت کے دنوں میں آپ کے شہر بھیرہ میں جن زعماء نے قیام کیا صاحب ''تذکار بگویہ'' کے مطابق ان میں مولانا محمد علی جوہر، شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا آزاد، گاندھی، نہرو، ماسٹر تارا سنگھ، مسز سروجنی نائیڈو، حسرت موہانی، خواجہ ضیاء الدین سیالوی، مظہر علی اظہر، شیخ حسام الدین اور ڈاکٹر ستیہ پال کے نام نمایاں ہیں۔

1923 میں مولانا ظہور احمد بگویؒ کی شادی اس وقت کے بادشاہی مسجد کے خطیب اور چیفس کالج لاہور کے علوم اسلامیہ کے پروفیسر مولانا محمد شفیق بگوی کی دختر صفیہ بیگم سے ہوئی۔ آپ شادی کے بعد آبائی محلّہ املی والا بھیرہ

میں آ گئے جہاں محترمہ نے اپنا درس قرآن شروع کیا جس نے اپنی انفرادیت کی بدولت جلد شہرت پکڑی اور علاقہ بھر کے خاص و عام خاندانوں کی مستورات اس میں شامل ہونے لگیں۔ یوں اس درس قرآن نے رشد و ہدایت کا وہ دیا جلایا جس کے ثمرات آنے والی نسلوں کو منتقل ہوئے۔ آپ کی سعادت مند اہلیہ نے بعارضہ سرطان جگر 10 ستمبر 1962 کو بھیرہ میں وفات پائی۔

مولانا بگوی نے مولانا محمد حسین جو مولانا معین الدین اجمیری کے شاگرد تھے سے دوران قید جیل میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جو آپ کے ساتھ ہی اسیر تھے۔ آپ نے یہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور معانی کی تعلیم حاصل کی۔ جیل سے رہائی کے بعد آپ نے حضرت اجمیری سے جو کہ خیر آبادی علماء کے اس سلسلے سے متعلق تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف زبردست جدوجہد کی تھی اور دارالعلوم دیوبند سے فارغ اور حضرت سیالوی ثالث کے مرید تھے اور سیال شریف میں مقیم تھے سے تکمیل تعلیم کی۔ مولانا اجمیری جمعیت علمائے ہند کے نائب امیر، مجلس احرار اسلام ہند کے نائب صدر اور احرار کشمیر مومنٹ کے ناظم بھی رہ چکے تھے۔ آپ خواجہ قمرالدین سیالوی کے بھی استاد تھے۔ مولانا بگوی کے اندر پہلے ہی حریت کی آگ سلگ رہی تھی مولانا اجمیری نے اسے شعلہ جوالا میں بدل دیا۔ آپ بھٹی سے کندن بن کر برعظیم کے مسلمانوں کے لیے عظیم روحانی اور سیاسی راہ نما بن کر، اور قافلہ آزادی کے بے باک ہدی خواں بن کر میدان عمل میں آئے اور تاریخ میں وہ نقوش مرتب کر گئے جن سے کسی کو انکار نہیں۔

مولانا بگوی انگریز کے باغی اور ریاست وحکومت کے خلاف قرار پائے۔ ان حالات میں آپ نے 1925 میں رسالہ ''شمس الاسلام'' رجسٹرڈ نمبر 1855 کے تحت اختر پریس سرگودھا سے جاری کیا یہ برعظیم کا وہ واحد جریدہ ہے جو آج بھی جاری ہے۔ مولانا بگوی 1927 میں مولانا ضیاء الدین ثالث سیالوی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں کی مسند شیخ الحدیث پر وقت کے عظیم محدث مولانا انور شاہ کشمیریؒ فائز تھے۔ شاہ جیؒ نے پیر سال کی آمد پر دارالعلوم میں چھٹی کی اور دیوبند میں حضرت ثالث سیالویؒ کا شاہانہ استقبال کرتے ہوئے جلسہ منعقد کیا جس میں میرٹھ سے لیکر سہارنپور تک کے لوگ شریک ہوئے۔ حضرت کشمیریؒ نے خود سپاسنامہ پیش کیا، حضرت سیالوی کی طرف سے جوابی تقریر مولانا بگویؒ نے کی اور انہوں نے پیر سیال کی طرف سے وہ جملے کہے جس سے مسلمانوں میں اخوت، اتحاد اور یگانگت کا رشتہ مزید پختہ ہوا۔ آپ نے فرمایا حنفی ہم بھی ہیں لیکن اصلی حنفیت یہاں آ کر دیکھی ہے۔ پیر سیال کے ہمراہ مولانا بگوی کا قیام دارالعلوم دیوبند میں تین روز رہا۔

1927 کے بعد آپ مستقل بھیرہ میں مقیم ہو گئے۔ اپنی رہائش اندرون شہر سے جامع مسجد کی نامکمل ڈیوڑھی میں منتقل کی اب آپ نے اپنے آباء کے اس مرکز کی نشاط ثانیہ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اس سلسلے میں بے

سروسامانی کے عالم میں مذاہب باطلہ کی یلغار روکنے کے لیے آپ نے 5 نومبر 1929 کو ''کل ہند مجلس مرکزیہ حزب الانصار'' قائم کی اور آپ اس کے امیر قرار پائے۔ جو آج بھی باطل قوتوں سے برسرِ پیکار ہے۔ اس کے تحت جامع مسجد بھیرہ میں تین روزہ جلسوں کی بناء ڈالی جس میں ہندوستان بھر کے تمام مسلمان طبقات دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور دیگر علمی حلقوں کے علماء کو وعظ کے لیے مدعو کیا جاتا تھا یہ مولانا کا اخلاص تھا کہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ دوسری طرف آپ نے دارالعلوم عزیزیہ میں تعلیم کا سلسلہ شروع کروایا۔ دنوں میں یہ ادارہ شمالی پنجاب میں معروف ہوگیا اور تشنہ علم کی سیرابی کے لئے دور دراز سے یہاں طلباء آنے لگے۔

مولانا بگویؒ سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ سراجیہ میں کھولہ شریف ضلع میانوالی کے بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابو السعد احمد خان نقشبندی مجددیؒ سے بیعت تھے اور آپ اپنے شیخ کے اتنے قریب تھے کہ وفات سے پہلے انہوں نے جو وصیت نامہ لکھا آپؒ کی وفات پر مجمع عام میں اسے سنانے والے مولانا ظہور احمد بگویؒ تھے۔ آپ بیک وقت اپنے پیر خانے کندیاں شریف، اپنے آباء کے پیر خانے سیال شریف اور چورہ شریف ایسے مرکز رشد وہدایت کے آنکھوں کے تارے تھے۔

مولانا بگوی کی بدولت بھیرہ میں حزب الانصار کے سالانہ جلسوں میں پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا فیض الحسن آلومہارویؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، پیران سیال ثانی و ثالثؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، سید نذیر الحق میرٹھی، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ جیسے لوگ آتے رہے۔

مولانا بگوی کثیر الجہت شخصیت تھے وہ تحریکی ذہن کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا ہنر بھی جانتے تھے۔ ''برق آسمانی برخرمن قادیانی، صور اسرافیل، تازیانہ نقشبندیہ، تذکرہ مشائخ بگویہ، اسلامی جہاز، خاکساری مذہب، ہدایات القرآن آپ کی معروف تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ 10 مارچ 1945 کو حزب الانصار کے سولہویں جلسے میں آپ نے جو تقریر کی وہ ان کی آخری تقریر تھی، اس کے نوٹ مولانا مفتی سیاح الدین کاکا خیلؒ نے لئے۔ اس تقریر کو 1945 میں پہلی بار اور 2001 میں دوسری بار ''شمس الاسلام'' کی اشاعت خاص کے طور پر شائع کیا گیا۔ مولانا بگوی نے فرقہ باطلہ مرزائی کے گڑھ بھیرہ میں اس فرقہ کے سدباب کے لیے جو کام کیا اس کے لیے الگ صفحات درکار ہیں۔ حکیم نورالدین کے شہر میں آپ نے اس کی ذریت کا ناطقہ بند کر رکھا۔ مناظرہ ہو یا مجادلہ غرض ہر راستہ اختیار کیا۔ سالانہ جلسوں میں مجلس احرار اسلام کے زعماء کو مدعو کیا اور اس فرقہ باطلہ سے مناظرہ بھی کیا۔ اس سلسلے میں پہلا معرکہ میانی، دوسرا بھیرہ، تیسرا خوشاب، چوتھا مجوکہ، پانچواں سلانوالی، چھٹا سرگودھا، ساتواں چک نمبر 37 جنوبی سرگودھا، آٹھواں مڈھ رانجھا، نواں کوٹ مومن اور دسواں چک 9 شمالی یادگار ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے مجلس احرار

اسلام کے ساتھ اشتراک عمل کو بڑھاتے ہوئے 1935 میں بھیرہ میں ''احرار تبلیغ کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ جس میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین نے خطاب کیا۔ اس وقت کے اخبارات کے مطابق کسی بھی اجلاس میں حاضری بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ مولانا بگوی تحریک مداح صحابہ لکھنوء کے سلسلے میں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے فرزند مولانا عبدالسلام لکھنوی کے ہمراہ گرفتار بھی ہوئے۔

1945 میں برعظیم کا یہ بطل حریت مختلف علاقوں میں خطاب کرتے ہوئے 24 مارچ 1945 کو چنیوٹ پہنچے کے بخار کا عارضہ لاحق ہوا اور اسی حالت میں دوران سفر سرگودھا کے قریب 25 مارچ 1945 کو جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور بعد از نماز ظہر حضرت صاحبزادہ غلام فخرالدین سیالویؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو خانقاہ بگویہ میں آپ کے آباء کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کے بھتیجے مولانا افتخار احمد بگوی آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کی وفات پر ہندوستان گیر ہر مسلک، طبقہ ہائے زندگی نے تقریر، تحریر، نظم و نثر کی صورت میں آپ کی خدمات پر ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

2022.jpg not found.

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ (قسط نمبر 23)

تاریخ احرار

مسجد شہید گنج کے لیے ''احرار'' کی سول نافرمانی

سچ کی آخر فتح ضروری ہوتی ہے۔ مگر حق پسندوں کی قربانیوں کے بعد ضروری ہے کہ حق کی فتح کے یقین کے ساتھ جھوٹ کے حملوں سے جان کو بچایا جائے۔ سچ کے بیج میں بڑھنے، پھلنے اور پھولنے کی صلاحیت ضرور ہے مگر آب رسائی اور نگہداشت بھی لازمی ہے۔ کیڑے مکوڑوں، جانوروں اور مویشیوں سے حفاظت کے بغیر اس کی کوئی برداشت ممکن نہیں مسجد شہید گنج کا مسئلہ کتنا سیدھا اور صاف تھا، مجلس احرار کا نظریہ کتنا درست تھا کہیں سے ان دنوں آواز اٹھی کہ احرار والوتم برسرحق ہو بولے تو چند سوشلسٹ بولے۔ سرمایہ دار دنیا میں جن کی کوئی حیثیت نہیں۔

احرار نے غلطی کی مجرد سچائی کی فتح پر یقین کر لیا اور چپکے بیٹھ گئے جب سچائی کے ساتھ سادہ لوحی شامل ہو جائے تو حق کی بارآوری کی امید نہ رکھنی چاہیے ہم نے کمال سادہ لوحی سے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے مخالف شاید نیک نیتی سے ایک مسئلہ کو درست سمجھ کر غلط قدم اٹھا رہے ہیں۔ مگر ان کی نیتوں میں فتور تھا۔ وہ مسجد بنانے کے بجائے احرار کو گرانا ضروری سمجھتے تھے۔ ہم میں سے اکثر یہ اعتماد رکھتے تھے کہ ہمارے مخالف جلد راہ راست پر آجائیں گے مگر تجربے نے بتایا کہ ہماری سچائی سے بھی انھوں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ جھوٹ افسانے تراش کر ہمیں بدنام کرنا ان کا پیشہ بن گیا ہے۔ ہمارا راہ چلنا دوبھر ہو گیا۔ تا آنکہ انھوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے پھر سچائی کی فتح کے لیے ہمیں ہمت سے کام لینا پڑا لفنگوں کا منہ توڑ جواب دیا شریر مگر اپنے آپ کو شریف سمجھنے والے دب گئے۔ اس طرح ہمیں مدت کے بعد آرام سے سانس لینا میسر آیا۔

مرزائیوں اور امراء کے گروہ نے اپنے خیال میں احرار کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ مگر خدا کو احرار سے بہت سا کام لینا تھا۔ وہ بطور پارٹی کے پھر مضبوط ہو گئے۔ شہید گنج کی ایجی ٹیشن سے پہلے ان کی محض ہوا بندھی ہوئی تھی شیرازہ بندی نہ تھی۔ اب اگرچہ ہوا خیزی ہوئی تاہم جماعت احرار حقیقی معنوں میں جماعت ہو گئی۔ ہر جگہ دفتر کھل گئے۔ والنٹیروں کا نظام مضبوط ہو گیا۔ سچائی کے لیے لڑنا جماعت کے لیے قربانی کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا۔

الیکشنوں میں امراء کے فریق کو جب حکومت بنانے میں کامیابی ہو گئی تو احرار کے خلاف ایجی ٹیشن دب سی گئی اور لوگوں کی زبانیں کھل گئیں کہ مسجد کی داگذاری کا اب نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ عوام کی زبان بندی کا عمل مسلم لیگ کے

اجلاس میں یہ طریقہ سوچا گیا کہ برٹش حکومت کو دھمکی دی جائے کہ اگر مسجد واگذار نہ کی گئی تو مسلم لیگ کی حکومت سے ٹکرنا گریز ہوگی یہ ریزولیوشن پاس کرنے کے بعد شہید گنج کے بارے میں مسلم لیگ کے خلوص کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ اب احرار مسجد کی واگذاری کے حامیوں کی چالوں کو خوب سمجھ گئے۔ اب وہ ان کے فریب سے قوم کو نکالنے کے قابل تھے لطف بات یہ ہے کہ جب یہ ریزولیوشن لیگ میں پاس ہوا تو لیگ کے وزرا بھی وہاں موجود تھے۔

احرار فوراً اس چال کو بھانپ گئے کہ اب قوم کو ابھی کچھ دیر اور بدھو بنانے کے ارادے ہیں۔ مولانا مظہر علی نے جلسہ عام کر کے ان کی چالوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اگر شہید گنج کا واقعی درد ان کے دل میں ہے تو وہ آئیں قربانیاں کر کے دکھائیں۔ اب تو حکومت ہی پنجاب میں لیگ کی ہے پھر واگذاری میں دیر کیا ہے۔ اتحاد ملت اس وقت دم توڑ رہی تھی۔ یہ صدا ایک بم ثابت ہوئی۔ مولانا مظہر علی نے کہا اگر سول نافرمانی کا کبھی وقت تھا تو یہ ہے جبکہ حکومت بقول ان کے حامیوں کے اسلامی لیگ مسجد کی واگذاری کی پابند ہے۔ جب کوتوال سیاں بھئے تو پھر ڈر کاہے کا؟ اتحاد ملت کے رہے سہے مخلص نوجوانوں نے کہا مسجد شہید گنج کی واگذاری کا واقعی بہترین موقعہ ہے حکومت اپنی ہے ذرا زور دینے کی کسر ہے مسجد ملی ہی سمجھو وہ اپنے اپنے پرانے لیڈروں کے پاس آرزوئیں لے کر گئے۔ اب ان کا کام نکل چکا۔ انھوں نے طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیں ان عزیز نوجوانوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انھوں نے بھی پلٹ کر کہا کہ احرار کا کہا سچ ہوا۔ مسجد کا گرانا احرار کو مٹانے کا بہانہ تھا۔ ورنہ آپ کا جوش کڑھی کا ابال نہ ہوتا اس طرح پر انھوں نے چمک کر جواب دیا اگر ہائی کورٹ نے فیصلہ ہمارے خلاف کیا تو ہمارے ہاتھ دیکھنا بس اسی کا انتظار ہے یا مسجد بذریعہ فیصلہ ملے گی یا ہم شمع ایمانی پر قربان ہو جائیں گے۔ اتحاد ملت کے یہ غیر مخلص لیڈر منز س از بلائے کہ شب درمیان است کے مقولے پر عمل کر کے بات کو ڈالنے کے لیے سبز باغ دکھا رہے تھے ورنہ شروع سے ہی ان کی واگذاری پر نہ یقین تھا نہ انھیں مسجد کے گرنے کا ذرہ بھر صدمہ تھا۔ ان کے ایمان کو تو احرار کا وقار کھا گیا۔ جس کو دیکھ کر وہ ہر وقت خار کھاتے تھے۔

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ان دنوں ہائی کورٹ کے تاریخ فیصلہ کا بھی اعلان ہوگیا۔ مولانا مظہر علی نے سول نافرمانی کا آغاز کر دیا لیگی حلقے اور اتحاد ملت کے غیر مخلص لیڈر اب بغلیں جھانکنے لگے انھیں یقین ہوگیا کہ اب ریا کاری کا پردہ چاک ہوا کہ ہوا۔ خیر ان کا انتخابی مہم کا کام نکل چکا تھا وہ مسجد کا فیصلہ ہائی کورٹ نے مسلمانوں کے خلاف کر دیا۔ اگرچہ تحریک شہید گنج کے علمبرداروں کے سامنے مجلس احرار کو گرانے کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لیکن عوام مخلص تھے۔ انھیں ان کی کہی ہوئی بات کا یقین تھا۔ اب انھوں نے لیڈروں کے گلے میں انگوٹھا دیا کہو اب کیا کہتے ہو اتحاد ملت کے مخلص نوجوانوں نے تو سول نافرمانی شروع کر دی مگر پلیٹ فارم احرار سے الگ رکھا۔ اتحاد ملت اور لیگ کے

لیڈر ربک گئے۔ خود غرضی کا آخری انجام رسوائی ہے۔ وہ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ تھے جو دیکھتا تھا چھٹکارتا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں بازار سے گزرے لوگوں نے روک کر گلے میں پھول مالا ڈال دی شہید گنج زندہ باد کا نعرہ لگایا اور مولانا کو آگے ہانک لیا۔ مولانا نے ہزار عذر کیا کہ صاحبو! میں تو یوں ہی ادھر آ گیا ہوں مجھے سوچنے کی مہلت دو مگر لوگ نہ مانے بولے بھیا اتنی مدت تو تم سول نافرمانی کے لیے پکارتے تھے اور بار بار احرار کو للکارتے تھے اب سوچ بچار کا کیا موقعہ ہے بسم اللہ کرو اور نار نمرود میں کود جاؤ، مولانا اس مرتبہ پھر اسمبلی کے ممبر بن چکے تھے۔ مدت کی آرزوؤں کی بڑھاپے میں تکمیل ہوئی تھی۔ ان کی عمر کی شیریں خوابوں کی دل نشین تعبیر اسمبلی کی کرسی تھی۔ مولانا اس سے جدا ہو کر جیل جانے کو کیسے تیار ہوتے۔ اور مصیبت یہ کہ کرسی سرسکندر کے طفیل ملی تھی یہ سول نافرمانی سکندری حکومت کے خلاف تھی۔ مولانا مسجد کی واگزاری کی قیمت پر بھی سرسکندر کی مخالفت کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ عجب ہنگامہ ہوا لوگ مولانا کو مسجد شہید گنج کی طرف کھینچتے اور مولانا دفتر زمیندار کی طرف بھاگتے تھے۔ اس بھاگ دوڑ میں مولانا کی سانس پھول گئی۔ شہری لفنگون نے پھر آپ کو آلیا اور آگے دھر لیا شہر کے یہ وہی لفنگے تھے جن کو ہمارے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔ اب یہ شعلے بن کر مولانا کے دامن کی طرف لپک رہے تھے یہ لوگ برابر جوتے کنکر برساتے تھے۔ اس طرح تالیں بجا بجا کر شور کرتے تھے۔ گویا شہر کے بچے کسی سودائی سے دل لگی کو کرتے ہیں جس نے دیکھا دانتوں تلے انگلی دبالی۔ اور اس عبرت انگیز انجام پر افسوس کیا۔

احرار کو جو مولانا ظفر علی خاں اور ان کے ساتھیوں سے اذیت پہنچی وہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ مولانا ظفر علی خاں اور اتحاد ملتی رفقاء کے ہاتھوں جو صدمے پہنچے اس سے کوئی بے خبر نہیں مسجد وزیر خاں میں سید عطاء اللہ شاہ کے قتل کی تدبیر ہوئی صاحبزادہ فیض الحسن، خان محمود علی خان اور مجھ پر تیزاب ڈلوایا گیا۔ مولانا مظہر علی کے کپڑے پھاڑ ڈالے گئے۔ مولانا ظفر علی خاں کے اخبار نے حملہ آور لفنگو کو غازی کا خطاب دیا۔ اور ہر موقعے پر غیر شریفانہ فعل کو سراہا ایک مولانا ظفر علی خان اور ان کے رفقاء پر کیا موقوف ہے ہندوستان کی سب سے بڑی شخصیتیں ہماری بے عزتی کے درپے تھیں۔ لیکن ہمارا حال اور تھا۔ جب مولانا کا ایسا حال سنا تو ہم بے تاب ہو گئے میں اٹھا کہ مولانا کو بچا کر دفتر میں لے آؤں مگر معلوم ہوا کہ پولیس نے مولانا کو گھیرے میں لے لیا ہے کسی کی بے عزتی کے منظر سے خوش ہونا شرافت کی دلیل نہیں۔ ہر چند ہماری تباہی میں مولانا نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ایسے فعل کی حمایت نہیں کی جاسکتی تھی سیاسیات میں لفظی جنگ سے آگے بڑھنا مذموم فعل ہے۔ مولانا نے احرار کو صدمہ پہنچانے میں مرزائیت کو خوش کرنے سے بھی پرہیز نہ کیا۔ احرار اور مرزائیوں کی مخالفت ایک روائتی صورت اختیار کر چکی تھی۔ مگر مولانا نے اتنا بھی نہ سوچا کہ احرار کمزور ہوں گے تو مرزائیوں کی ملت کفر کو فروغ ہوگا۔ انسان جب تک سیدھی راہ چلے غنیمت ہے۔ بدقسمتی ہے ان کی

جو راہ راست سے بھٹک جائیں۔ شاید ہی ہندوستان میں کسی نے مولانا ظفر علی خان کی سی روش اختیار کی ہو جس پوزیشن میں وہ اب چلے گئے ہیں۔ اس پر ان کے دشمنوں کو بھی افسوس ہے خدا ہر ایک کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دے افسوس ہے ان پر جن کی سیاسی کشتی کنارے کے قریب پہنچ کر غرق ہو جائے۔ اور وہ بڑھاپے میں راہ حق سے دور ہو جائیں۔

احرار کی سول نافرمانی کئی ماہ جاری رہی۔ اتحاد ملت کے پاس آدمی کہاں تھے ایسی صورت میں کہ لیڈر ہی جان بچاتے پھریں۔ مگر ہماری خواہش یہ تھی کہ اتحاد ملت خواہ ہفتے میں ایک والنٹیر بھیجے مگر بھیجے ضرور تا کہ مقصد کو تقویت پہنچے۔ مقصد یہ تھا کہ ریاکاری کا پردہ چاک ہو۔ آخر حالات سے مجبور ہو کر سر سکندر حیات خاں نے صاف اعلان کر دیا کہ مسجد شہید گنج سول نافرمانی کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ مسجد زور سے حاصل کی گئی تو وہ مساجد جو ہندو معابد پر بنائی گئی ہیں ان کو واپس کرنا پڑے گا۔ اگر سول نافرمانی بند ہو جائے تو میں آئینی طریقوں سے مسجد حاصل کرنے کی صورت کروں گا۔ جب لوگوں نے یہ اعلان پڑھا تو کہا یہ تو حرف بحرف وہی بات ہے جو احرار اس وقت تک کہتے چلے آئے تھے۔ یہ کتنا بڑا فریب ہوا کہ ہم نے احرار کے خلاف غم اور غصے کا اظہار کیا اب کوئی مسجد کا نام لیتا کیوں کہ احرار کو انتخابات میں شکست ہو چکی تھی۔ اور یہی یہ تحریک اٹھانے والوں کا مقصد تھا۔ علاوہ ازیں اب ریاکاری کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔ کس منہ سے فریب کی باتیں کہتے رہتے۔ اگرچہ احرار نے اپنے پرانے رفیقوں سے بہت صدمے اٹھانے کے باوجود اس کے ہمارے دل میں کوئی کدورت نہیں جب وہ سامنے آجاتے ہیں تو وہ صدمے بھول جاتے ہیں۔ صرف پرانی رفاقت کا احساس رہ جاتا ہے اور باقی گلے شکوے جاتے رہتے ہیں۔

مسئلہ فلسطین ۱۹۳۸ء:

درد کی بے تابی میں بے قراری قدرتی امر ہے۔ غلام آباد ہند میں رہتے ہوئے بیرون ہند کے مسلمانوں پر مصائب دیکھ کر اضطراب مجبوری ہے۔ ۱۹۳۵ء کے بعد حکومت انگریز کی یہودنوازی کے صدمے فلسطین کے مسلمانوں کو جو روز بد دیکھنے پڑے۔ اس کی داستان ڈائنامیٹ سے اڑائی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات سے پوچھو اور عرب نوجوانوں کے خون کی ارزانی سے اندازہ کرو مسلمانوں کا سرمایہ دار طبقہ تو چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ یہ دین ان سے بیزار مگر عام مسلمان فلسطین کے دردناک حالات سن کر ماہی بے آب ہو گئے میرٹھ میں آزاد خیال مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ غلامی کی مجبوریاں پیش نظر تھیں فیصلہ ہوا کہ کوئی اقدام کیا جائے مگر یہ اقدام کیا ہو امجلس مشاورت کے آئندہ اجلاس پر موقوف رہا مولانا حبیب الرحمٰن جن کی ہمت لیت ولعل کی روادار نہیں۔ ان کا دل تذبذب کو قبول نہیں کرتا اس زمانے میں احرار کے صدر تھے۔ یہ

شیر دل رہنما حالات سے بے حد متاثر تھا۔ لودھیانہ میں آپ نے آب دیدہ ہو کر ایک آتشیں تقریر فرمائی۔ پولیس نے گھبرا کر افواج میں بغاوت پھیلانے کے جرم میں آپ کو ماخوذ کر لیا۔ مولانا نے راہ حق میں ہمیشہ جبر کو صبر سے قبول کیا وہ خندہ پیشانی سے پاداش اٹھانے کو تیار ہو گئے۔ لیکن گھبراہٹ کے باعث پولیس کے چالان میں خامیاں رہ گئیں وہ جرم جس کی سزا عمر قید تھی ثابت نہ ہو سکا۔ مگر دو سال کے لیے بھاری ضمانت لی گئی پھر جب جنگ شروع ہوئی۔ تو آپ کو نظر بند کر لیا گیا۔ مولانا ان لوگوں میں سے ہیں جن کی عمر خدا کی راہ میں تکلیفوں میں کٹی اور انھوں نے اف نہ کی وہ حق کے لیے بار بار جیل گئے۔ باوجود مالی کمزوری کے مہمان نوازی میں جان لڑا دی۔ صحت کی حالت تشویش ناک ہے مگر جیل میں استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔

بہر حال مولانا کے خلاف مقدمہ نے کافی طوالت پکڑی مسئلہ فلسطین کے بارے میں کوئی قدم نہ اٹھا پائے تھے کہ مطلع یورپ جنگ کے بادلوں سے تیرہ و تار ہونا شروع ہو گیا۔ تا آنکہ دنیا کا سب سے بڑا ہولناک حادثہ رونما ہوا اور ساری دنیا جنگ کی لپیٹ میں آ گئی آثار جنگ دیکھ کر حکومت نے تیور بدلے اور احرار کو تشدد کا شکار بنانا شروع کر دیا قبل از جنگ مولانا مظہر علی خاں کو بغاوت کے جرم میں دھر لیا اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو خونی جنگ کے لیے لوگوں کو ابھارنے کے الزام میں ماخوذ کیا دنیا جانتی ہے کہ دور حاضر کے اس بے بدل خطیب کو عمر بھر جیل کی تکلیفوں سے دو چار رہنا پڑا ہے مگر یہ کڑا امتحان تھا۔ دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند کی سزا عمر قید یا پھانسی کا تختہ ہے عجب واقعہ پیش آیا کہ زبان خنجر شاہ صاحب کی بے گناہی کی شہادت سینے لگی یعنی سرکاری رپورٹر نے بھری عدالت میں گواہی دی کہ شاہ صاحب کے گلے کا پھندا یعنی یہ رپورٹ کا مسودہ سرکاری اشارے پر تیار کیا گیا تھا۔ پنجاب کی خاموش فضا میں رپورٹر کا یہ بیان بم کی طرح برسا۔ سارے ہندوستان کی نگاہیں اس مقدمہ کی طرف لگ گئیں۔ آخر عدالت عالیہ نے شاہ صاحب کو بری کر دیا۔

سکھر مسجدِ منزل گاہ:

ہمیشہ ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کے لیے سبق حاصل کرنا چاہیے سکھر میں مسلمان زندہ ہیں مگر موت کے دن پورے کرنے کو شہر پر ہر اعتبار سے ہندو سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ مسلمان مزدوری پیشہ اور دوسروں کے دست نگر ہیں ہندوؤں نے کمال زور آوری سے مندر کے قریب ایک مسجد کے قبضے کا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ یہ مسجد سرکار کے قبضے میں تھی۔ اس لیے مسئلے کی نوعیت دوسری تھی۔ مسلم لیگ ان دنوں سندھ میں حکومت سے محروم تھی۔ خان بہادر اللہ بخش کو گرانا مقصود تھا۔ اس لیے ارکان لیگ نے موقعہ غنیمت جانا۔ ایجی ٹیشن کو ہوا دی۔ سول نافرمانی کے لیے غریب عوام کو بھڑکایا۔ ہر چند سکھر کے احرار جانتے تھے کہ لیگی سرمایہ داروں کی مطلب برآری کا کھیل ہے مسجد تو آئینی

جدو جہد سے بھی حاصل ہوسکتی ہے تاہم لیگ کی قانونی شکن تحریک میں شامل ہوگئے تاکہ شہید گنج کا سا الزام نہ آجائے اور وہ زور دکھایا کہ چند روز میں سینکڑوں احرار گرفتار ہوگئے۔ لیگی امراء تو گھروں میں گھس گئے۔ فرقہ وار فساد سے سرزمین سکھر لالہ زار ہوئی۔ فسادات کے لیے بھی احرار ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔ سکھر مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری عزیز الرحمٰن خاں اور ان کے ساتھیوں کو حبسِ دوام کی سزا ہوئی۔ اب اپیلوں کا مرحلہ درپیش ہے۔ ابھی تو کشتی منجدھار میں ہے خدا کرے کنارے لگے اخلاص دنیا میں یوں رسوا ہوتا ہے فی زمانہ ریاکاری کے لیے دن عید اور رات شب برات ہے۔

ریاست بہاول پور کا آئینی ایجی ٹیشن:

جہاں اپنے بیگانے ہوں وہاں بیگانوں کا کیا شکوہ اسلامی آبادی پر ہندو حکمرانوں کے تشدد کا کیا رونا۔ جاؤ ریاست بہاول پور میں اسلامی راج کا نقشہ دیکھ کر مساوات اسلام کے دعوے پر شرمندہ ہو لو کشمیر اور کپور تھلہ میں مسلمانوں کو ہزار درجہ آسائش ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی ریاست میں لوگوں کے حالات نہ معلوم کرنا بہتر ہے۔ پنجاب کی ساری ریاستوں سے یہ ریاست پھسڈی نہ تعلیم نہ اصلاحات نسانی حقوق سے محروم یہ بے زبان خطہ تاریخوں میں خلفائے اسلام کے کامل مساوات کے کارنامے پڑھتا ہے اور اپنے مسلمان حکمرانوں اور کلمہ گو ملازموں سے نیکی کی امید رکھتا ہے۔ مگر امید کے پورا ہونے کے دن نزدیک نہیں آتے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہاں مخلص مسلمان کارکنوں کی کمی ہے نہیں تحریک خلافت میں بھی یہاں کے بہادر لوگوں نے اقدام کیا۔ پھر جماعت ''حزب اللہ'' بنا کر مصروف عمل رہے۔ پھر ''جمعیۃ المسلمین'' بنا کر سیاسی جدوجہد شروع کی پہلے تو عوام کے ان نمائندوں کو سبز باغ دکھائے گئے۔ پھر دوزخ یعنی جیل خانہ میں ڈال کر ان کے ایمان کا امتحان لیا گیا۔

قصور کیا تھا یہی کہ انھوں نے خدا کا نام لے کر انسانی حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا تھا۔ جس ریاست میں ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں میں عوام کا کوئی دخل نہ ہو وہاں حکومت میں ذمہ داری کون دے با شخصی حکومت عریاں شکل میں دیکھنا ہو۔ تو بہاول پور تمہارے لیے قریب تر نظارہ ہے دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

جب جمعیۃ المسلمین کے مقتدر اور معزز ارکان کا سلسلہ وار و گیر شروع ہوا تو ساتھ ہی سرکاری گرگوں نے لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کی خوشامدانہ تفسیر شروع کر دی۔ غرض مندوں نے کہنا شروع کیا کہ ایک اسلامی ریاست میں فساد نا قابل برداشت ہے۔ مگر کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی ریاست میں رعایا کا کیا حال ہے پھر محبوسین کو والی ریاست کی شخصیت کا واسطہ دیا گیا اور انگریزی سیاست کی پیروی میں تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کا افسوں پھونکا گیا بہادر مگر شریف

کارکن حکمرانوں کی ساحری میں مبتلا ہو کر عین اس وقت جدو جہد چھوڑ بیٹھے جب کہ احرار ورکر تدبیروں پر سوچ بچار کر رہے تھے۔

ارکان جمعیۃ المسلمین گوش ہوش سے سن لینا کہ رئیس سے مرعوبیت اور عوام کی لیڈری اجتماع ضدین ہے۔ بے شک تم بہادر ہو مگر جابر کا لحاظ رکھنا ہے تو مظلوم کی خدمت ناممکن ہے شاہ پرستی دل کے کسی گوشے میں نہ ہو تو عوام سے وفاداری ممکن ہے۔ ورنہ صریح غداری ہے۔ علاوہ ازیں حکمرانوں کا وعدہ ایشیائی معشوق کا روائتی وعدہ ہے جس پر اعتبار نہ کرنا چاہیے قربانی کرنے کا نظام مضبوط بناؤ خدا پر بھروسہ کر کے سرمایہ دار قوتوں کے خلاف قدم اٹھاؤ ورنہ تمہاری جدو جہد شہنشاہیت اور سرمایہ داری کے کھیت کی کھاد بن جائے گی۔ ہر قدم پر خیال رکھو تمہارا عمل امراء اور روسائی تقویت کا باعث نہ ہو بلکہ عوام کے طبقہ کو مضبوط بنانے والا ہو بدقسمتی کے باوجود مسلمانوں کے غریب ہونے کے قوم سرمایہ داروں کا آسان شکار ہے اور ابھی تک امراء در رُوسا کی خوشامد کے لیے دن کو رات بتا کر سعدی کے شعر کو حقیقت بنا رہے ہیں۔ ؎

اگر شہ روز، را گو ید شب است ایں ۔۔۔ بباید گفت اینک ماہ و پرویں

خدا ایسی تعلیمات سے مسلمانوں کی خلاصی کرائے اور صحیح اسلامی مساوات سے انھیں روشناس کرائے اسلام میں بادشاہ اور امراء کا وجود ہی ثابت نہیں اسلام تو مساوات کا مذہب ہے اس میں حاکم ومحکوم کہاں جس مذہب میں خلیفہ کے سیاسی اور اقتصادی حقوق عام مسلمان کے برابر ہوں تعجب ہے کہ اسی مذہب کا پیرو سب سے زیادہ شہنشاہ پسند اور سرمایہ داری کا غلام ہے۔ بہر حال جمعیت المسلمین کا سیاسی پمفلٹ ''آواز حق'' کا مطالعہ فرمائیں۔ عوام کی اقتصادی حالت کی آرزوؤں کا مظاہرہ............(۱)

حاشیہ

(۱) یہاں سے آگے چند سطور کی عبارت طبع اول کے وقت سے اڑ چکی ہے۔ ابو معاویہ۔ ابو ذر ۱۲

(جاری ہے)

☆......☆......☆

اخبارالاحرار

ملتان (11 فروری 2022ء بروز جمعہ) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ مولانا سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ نظام پارلیمانی ہو یا صدارتی سب نظام ناکام بلکہ فیل ہو چکے ہیں، اسلامی نظام کا نفاذ ہی ہمیں ان گھمبیر حالات اور مصائب سے نکال سکتا ہے۔ وہ فیصل آباد میں مجلس احرار اسلام ضلع ساہیوال کے ناظم حافظ محمد اسامہ عزیر کا نکاح مسنونہ پڑھانے کی تقریب میں شرکت کے بعد احرار رہنماؤں اور کارکنوں سے اظہار خیال کر رہے تھے۔ اس موقع پر مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ افغانستان میں بیس سالہ جبر و تشدد اور اسلحہ کے زور پر حکومت کرنے والی استعماری قوتیں طالبان کی استقامت کے سامنے ٹھہر نہیں سکیں اور آخر کار شکست سے دو چار ہو کر امارت اسلامی افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس موقع پر محمد اشرف علی احرار، محمود احمد اور دیگر بھی موجود تھے۔ بعد ازاں عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکز احرار مسجد صدیقیہ کمالیہ میں مرکزی مجلس عاملہ کے رکن حاجی عبدالکریم قمر، محمد اجمل اور دیگر سے ملاقات کر کے کمالیہ کے مقامی تنظیمی امور کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر عبداللطیف خالد چیمہ نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ جدید رکنیت سازی اور مقامی انتخابات کے عمل کو تیزی سے مکمل کریں اور مارچ 1953ء کے شہدائے ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اگلے مہینے میں ختم نبوت کانفرنسز کا انعقاد کریں۔ علاوہ ازیں عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا سید عطاء المنان بخاری، مولانا محمد اکمل نے گزشتہ روز (10 فروری) قاسم بیلہ (ملتان) کی مسجد میں ختم نبوت کے عنوان پر ایک پروگرام میں خاص طور پر شرکت کی اور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکی غلامی سے نجات، حکومت الٰہیہ کے قیام اور دفاع وطن کے لیے مجلس احرار اسلام کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں نے ڈیڑھ سو سال جدو جہد کر کے برطانوی استعمار کی غلامی سے آزادی حاصل کی لیکن نااہل حکمرانوں نے آزادی کے ساتھ ہی پاکستان کو امریکی استعمار کا غلام بنا دیا 74 برس سے ہم پھر ملکی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ حکمران امریکی ایجنڈے پر عمل کرنے کی بجائے قرآنی دستور پر عمل کریں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی پاکستان میں روز اوّل سے انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ اس کو قادیانی اسٹیٹ بنایا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں سے ہمارا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو آئین کے دائرے میں لایا جائے اور ان پر جو پابندیاں پاکستانی آئین کے مطابق عائد ہوتی ہیں اس کی پابندی کروائی جائے یہ سب کچھ ملکی سلامتی اور دفاع کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ پروگرام میں مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنماء سعید احمد انصاری، ابو میسون مولانا اللہ بخش احرار، مولانا مفتی محمد نجم الحق نے بھی خطاب کیا۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماء، مولانا سید عطاء المنان بخاری کا یک روزہ دورہ میلسی

(رپورٹ: حافظ محمد طیب رشید) مولانا سید عطاء المنان بخاری نے 20 فروری 2022ء کو میلسی کا یک روزہ جماعتی

دورہ کیا۔ جس میں مختلف مقامات پر عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب (مدرس جامعہ ابوہریرہ میلسی) کی دعوت پر دن 12:00 بجے جامعہ ابوہریرہ کے طلباء سے خطاب فرمایا اور مجلس احرار اسلام کے اغراض ومقاصد اور اب تک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر کیے جانے والے کام کا تعارف کرایا۔ اس موقع پر انھوں نے مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام 4 تا 15 مارچ 2022ء مرکز احرار، دار بنی ہاشم ملتان میں منعقدہ دس روزہ سالانہ ختم نبوت کورس میں طلباء کو شرکت کی دعوت دی جامعہ ابوہریرہ سے واپسی پر حضرت شیخ الحدیث مولانا قاری محمد یاسین صاحب سے ملاقات کی اور ان کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق امیر حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں شائع شدہ ''ماہنامہ نقیب ختم نبوت'' کا خاص شمارہ پیش کیا۔ اور ان سے رخصت ہو کر چاہ ککر والہ موضع محبت پور میں بعد نماز ظہر دن دو بجے عوامی اجتماع سے خطاب کیا اور مسلمانوں میں عقائد واعمال کی کمزوری کی وجوہات اور اسباب پر گفتگو کی۔ انھوں نے ماہ رجب المرجب میں ہونے والے کونڈے اور دیگر رسومات بد کا رد بھی فرمایا۔ بعد نماز مغرب فقر شاہ علاقہ میلسی جامع مسجد مولانا عبدالخالق والی میں اعمال صالحہ کی اہمیت کے حوالے سے فکر انگیز گفتگو کی۔

ملک بھر میں یوم معاویہ جوش وخروش سے منایا گیا

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام 22 رجب المرجب کے حوالے سے خلیفۂ ششم برحق سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وصال پر ملک گیر اجتماعات منعقد کیے گئے جس میں امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل اور دشمنان صحابہ کی طرف کی جانے والی دشنام طرازیوں کا مدلل ومسکت جواب دیا گیا۔ اس سلسلہ میں مرکز احرار دار بنی ہاشم ملتان میں مجلس احرار ملتان کے امیر سید محمد کفیل بخاری نے 25 فروری کو خطبہ جمعہ پر مفصل خطاب فرمایا، 24 فروری بعد العشاء مجلس احرار ملتان یونٹ باب رحمت میں نبیرہ امیر شریعت مولانا سید عطاء المنان بخاری نے گفتگو کی جبکہ حافظ محمد اکرم احرار نے ہدیہ عقیدت پیش کیا اور دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 میں یوم معاویہ کا اجتماع مرکزی ناظم اعلی عبداللطیف خالد چیمہ کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں حاجی عبدالکریم قمر (کمالیہ) مولانا راشد ضیاء (کمالیہ) مولانا منظور احمد، مولانا سرفراز معاویہ، مفتی ذیشان آفتاب، حافظ مغیرہ خالد نے شرکت وخطاب کیا، مقررین نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ معیار حق ہیں، اور ستاروں کی مانند ہیں، یہودیت اور سبائیت نے ہمیشہ مقدس شخصیات پر حملہ کر کے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے، مقررین نے کہا کہ سیدنا امیر معاویہؓ نے تین برے اعظموں پر خلافت اسلامیہ کا پرچم لہرایا، اور بحری فوج تشکیل دی جس سے مسلم ممالک کا دفاع مضبوط ہوا، انہوں نے کہا کہ سیدنا امیر معاویہؓ کی فضیلت قرآن وحدیث میں بے شمار مرتبہ آئی ہے، آج بھی سیاست معاویہؓ کے جھنڈے کو بلند کر کے ہم دشمن پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں، اجتماع میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار پر تنقید کو ممنوع قرار دیا جائے، اور صحابہ اور اہلبیت کے تعلیمات کو عام کیا جائے۔

شہداء ختم نبوت کانفرنس ملتان

ملتان (18 فروری 2022ء) تحریک ختم نبوت کے شہداء نے اپنے مقدس خون سے قادیانیوں کے کفر وارتداد اور اسلام کے درمیان نہ مٹنے والی ایک لکیر کھینچ دی اور ملک قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچ گیا۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ مولانا سید محمد کفیل بخاری نے جامع مسجد ختم نبوت، دار بنی ہاشم میں مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام 17 ویں سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ وطن عزیز پاکستان کے نظریاتی دشمن ملک کی اسلامی شناخت اور تشخص کو بدلنے کے درپے ہیں۔ مگر مجلس احرار اسلام سمیت تمام محبِّ وطن دینی حلقے سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی فکری وجغرافیائی سرحدوں کی پاسبانی کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ دور حاضر کے فتنوں سے مقابلہ کے لیے نوجوان نسل کو تیار کرنا ہماری اولین ترجیح ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر مولانا سید عطاء اللہ ثالث بخاری نے کہا کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد جب قادیانیوں نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا تھا تو مجلس احرار اسلام نے تحریک ختم نبوت کے ذریعے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک دینی قوتیں متحد نہیں ہوں گی تب تک طاغوتی طاقتیں ان کے خلاف نت نئے منصوبے بناتی رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے۔ جس کا تحفظ ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ خواتین کا اپنے گھروں میں عقیدہ ختم نبوت کی تعلیم سے بچوں کو روشناس کرانا وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عورتوں کے حقوق اور اس کی آزادی کے نام پر عورت کو سر بازار لانا اسلامی تہذیب و تمدن کے منافی ہے۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماء مولانا سید عطاء المنان بخاری، مولانا محمد اکمل، مولانا جمیل الرحمٰن بہلوی، محمد فرحان الحق حقانی اور مولانا ایاز الحق قاسمی نے کہا کہ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953 کے دس ہزار شہدائے ختم نبوت پر اس وقت کے مسلم لیگی حکمرانوں نے جبر واستبداد کی انتہاء کر دی۔ مگر دس ہزار رضا کاران ختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کی حفاظت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام شہدائے ختم نبوت کے مقدس مشن کی وارث جماعت ہے۔ احرار زندگی کے آخری سانس تک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت دیگر غیر مسلموں کی کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں گے۔

شہدائے ختم نبوت کانفرنس میں زینت القراء، قاری ارباب سکندر نے تلاوت قرآن کریم فرمائی جبکہ نامور نعت خواں وچیئرمین بزم حسان پاکستان مولانا شاہد عمران عارفی، بزرگ احرار نعت خواں حافظ محمد اکرم احرار، شیخ حسین اختر لدھیانوی نے شہدائے ختم نبوت کو زبردست الفاظ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ خاص طور پر عارفی صاحب نے امام اہل سنت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا تحریر کردہ قصیدہ بہاریہ در مدح سیدنا معاویہ پہلی مرتبہ پڑھا۔

احرار رہنماؤں کا دورہ چکڑالہ تلہ گنگ وچکوال

(رپورٹ، حافظ محمد فیضان) مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر سید محمد کفیل بخاری مُدَّ ظِلُّہٗ اور شعبہ دعوت وارشاد کے نگران ڈاکٹر محمد آصف اور مولانا تنویر الحسن احرار (ناظم مجلس احرار پنجاب) 31 جنوری 2022ء کی دوپہر خانقاہ

سراجیہ ضلع میانوالی سے چکڑالہ پہنچے جہاں پر کارکنانِ احرار سے ملاقات اور مجلس احرار اسلام چکڑالہ کی انتخابی تقریب سے خطاب کیا۔ رات کا قیام جامع مسجد ابوبکر صدیق (رض) تلہ گنگ میں کیا۔

یکم فروری بعد از نماز مغرب جامع مسجد تریڑاں والی میں امیر مرکزیہ سید محمد کفیل بخاری مُدَّ ظِلُّہ نے مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان فرمایا۔ 2 فروری ڈاکٹر محمد آصف، مولانا تنویر الحسن احرار، مولانا محمد حذیفہ اور مولانا محمد فیضان تلہ گنگ سے بھون قصبہ پہنچے جہاں ڈاکٹر محمد آصف نے خطاب کیا اور سوال و جواب کی نشست ہوئی بعد ازاں مفتی معاذ صاحب (رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) سے ملاقات کی اور چکوال شہر کے معروف دینی ادارہ دارالعلوم حنفیہ میں صاحبزادہ پیر محمود الحسن نقشبندی اور مولانا محمد ادریس سے ملاقات اور تبادلہ خیال ہوا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد ابوبکر صدیق (رض) تلہ گنگ شہر میں ڈاکٹر محمد آصف نے خطاب کیا۔

3 فروری ڈاکٹر محمد آصف نے لاوہ جامعۃ الرشید میں خواتین کے اجتماع سے عقیدہ ختم نبوت ورد قادیانیت کے عنوان پر بیان کیا۔ معروف سماجی و سیاسی شخصیت ڈاکٹر شاہنواز لاوہ سے ملاقات و تبادلہ خیال کے بعد لاوہ سے ڈھوک ہم (پیڑہ فتحال) کیلئے روانہ ہوئے راستے میں مولانا حنیف صابر (جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام چکوال) اور مفتی محمد آصف (نائب امیر مجلس احرار چکوال) بھی ہمراہ ہو لیے۔ ظہر کی نماز کے بعد ڈھوک ہم کی جامع مسجد میں عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر خطاب ہوا اور رکنیت سازی بھی کی گئی۔ مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد امیر حمزہ (اہلحدیث) میں ڈاکٹر صاحب کا خطاب اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

4 فروری کو مختلف علاقوں میں عقیدہ ختم نبوت ورد قادیانیت کے عنوان پر اجتماعات سے خطاب ہوا جن میں جامع مسجد حذیفہ تلہ گنگ شرق (بعد از فجر) جامع مسجد فقیر غلام حبیب تھوہا محرم خان شہر (خطبہ جمعہ) جھاٹلہ میں مولانا ضیاء الحسنین صاحب سے ملاقات (قبل از عصر) جامع مسجد مدینہ ٹہی (بعد از عصر) جامع مسجد ابوعبیدہ بن جراح رض (بعد از مغرب) شامل ہیں۔

5 فروری ظہر سے پہلے مدرسہ عربیہ ظہور الاسلام میں اساتذہ سے ملاقات اور جامعہ کی لائبریری کا دورہ کیا۔ بعد از عصر مرکزی جامع مسجد اکوال اور بعد از مغرب جامع مسجد بلال دودیال میں عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر بیان ہوا۔ 6 فروری خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی تکمیل بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کی۔

انتخاب مجلس احرار چناب نگر:

مہر ریاض احمد ھرل (امیر)	ماسٹر محمد شہباز، میاں اسماعیل (نائب امراء)
مولانا محمد جاوید (ناظم)	حافظ محمد صدیق، بھائی محمد حاتم (نائب ناظمین)

ڈاکٹر عبدالمجید (ناظم نشر واشاعت) محمد ساجد نیکو کارہ، احمد علی نیکو کارہ (نائب ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام لاہور:

حاجی محمد لطیف (سرپرست) حاجی محمد ارشد پیرزادہ (نائب سرپرست)

حاجی محمد ایوب بٹ (امیر) حاجی غلام مصطفیٰ، چوہدری افتخار احمد بھٹہ، قاری عبدالعزیز (نائبین)

قاری محمد قاسم بلوچ (ناظم) قاری عطاء الرحمٰن، قاضی محمد حارث (نائب ناظمین)

محمد عامر اعوان (ناظم نشریات) مولانا محمد وقاص، حافظ محمد صفوان (نائب ناظمین نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام اوکاڑہ:

شیخ نسیم الصباح (سرپرست) حاجی خالد محمود (امیر) مرزا محمد ارشد (نائب امیر)

شیخ مظہر سعید (ناظم) محمد طارق (نائب ناظم) محمد سلیمان (ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ:

خاور بٹ (سرپرست) محمد اشرف (امیر) مولانا کاشف اللہ، محمد عابد (نائب امراء)

حافظ محمد اکمل (ناظم) خالد لطیف (نائب ناظم) حافظ عمر شکیل (ناظم نشر واشاعت)

محمد یونس ساقی، عبدالحسیب (نائب ناظم واشاعت) شیخ الطاف الرحمٰن (خزانچی)

انتخاب مجلس احرار اسلام ڈسکہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق (سرپرست) حاجی ذوالفقار بھٹو (امیر)

قاری محمد اشفاق (ناظم) محمد عبداللہ (ناظم نشر واشاعت)

انتخاب مجلس احرار اسلام تلہ گنگ:

حاجی خالد فاروق (سرپرست) شیخ فہیم اصغر (امیر) محمود احمد ملکوال (نائب امیر)

حکیم سعد اللہ عثمان (ناظم) شیخ عبدالرحمٰن (ناظم نشریات) عمار حمزہ ملک (نائب ناظم نشریات)

انتخاب مجلس احرار اسلام ضلع چکوال:

مولانا محمد شعیب (امیر) مفتی محمد آصف محمود (نائب امیر) مولانا محمد حنیف صابر (ناظم)

مولانا تنویر الحسن احرار (ناظم تبلیغ)

مجلس احرار اسلام چکڑالہ:

مولانا شفیق (سرپرست) امتیاز حسین (امیر) عبدالرحمٰن (نائب امیر)

بھائی سجاد (ناظم) حافظ خالد، سلطان (نائب ناظمین)

عبدالخالق (ناظم بیت المال) مولوی ندیم (ناظم تبلیغ)

مسافرانِ آخرت

☆......حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سمدھی اور صاحبزادہ سعد احمد خاں صاحب کے سسر ملک رب نواز خاں صاحب کا 17 فروری کو وصال ہوگیا۔

☆......مجلس احرار اسلام ملتان کے سرپرست جناب قاری عبدالناصر صدیقی صاحب کے چھوٹے بھائی خواجہ عبدالصبور صدیقی 17 فروری2022ء انتقال فرما گئے۔

☆......چیچہ وطنی: مجلس احرار اسلام ساہیوال کے نائب امیر بھائی محمد رشید چیمہ کے چھوٹے بھائی محمد اکرم چیمہ (چک نمبر42 گ ب) سمندری 14 جنوری جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئے۔

☆......چیچہ وطنی: مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے انتہائی مخلص اور وفادار اور ایثار پیشہ ساتھی ڈاکٹر عبدالرحیم چک نمبر 33/12 ایل 27 جنوری جمعرات کو انتقال کر گئے نماز جنازہ میں عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر احرار کارکن شریک ہوئے، نماز جنازہ قاری محمد قاسم نے پڑھائی، مرحوم کا اصلاحی تعلق پیر جی حضرت سید عطاء المہیمن بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے تھا اور ان سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔

☆......چیچہ وطنی: مشہور عالم دین اور مسجد صدیق اکبرؓ محلّہ احمد نگر کے سابق خطیب مولانا احمد الہاشمی 28 جنوری جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئے، وہ مقامی جماعت کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔

☆......چیچہ وطنی: چیچہ وطنی جماعت اور ذیلی اداروں کے دیرینہ معاون چودھری اکرام اللہ مان ایڈووکیٹ کے بھائی چودھری امان اللہ مان گلاسگو 3 جنوری کو انتقال کر گئے۔

☆......چیچہ وطنی: جماعت کے معاون عرفان سعید بلاک نمبر 12 کی والدہ ماجدہ، انتقال: یکم جنوری2022

☆......جمعیت علماء اسلام پاکستان (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالروؤف فاروقی کی ہمشیرہ صاحبہ 25 جنوری منگل کو انتقال کر گئیں۔

☆......گلاسگو: ہمارے دیرینہ مہربان اور معاون محمد ارشد (گلاسگو) کے فرزند محمد سہیل اشرف 30 جنوری اتوار کو انتقال کر گئے، نماز جنازہ 3 فروری جمعرات کو صندل مسجد گلاسگو میں ادا کی گئی۔

☆......ساہیوال: ہمارے دیرینہ معاون رانا عبدالشکور کے برادر خورد حافظ عبدالروف 10 فروری جمعرات کو موٹر سائیکل سے گر کر وفات پا گئے۔

☆......چیچہ وطنی: ہمارے دیرینہ مہربان چودھری عبدالرشید (رحمان سٹی) کے والد گرامی چودھری غلام محمد، انتقال 12 فروری

چیچہ وطنی: قدیمی معاون چاچا محمد اقبال 49/12 ایل کی صاحبزادی، انتقال: 13 فروری

چکڑالہ: مجلس احرارِ اسلام کے کارکن جناب ماسٹر محمد رفیق کی والدہ مرحومہ، انتقال: 25 فروری2022ء

بھائی شمس الدین رحمہ اللہ:

مجلس احرار اسلام چکڑالہ کے سرگرم رہنما بھائی شمس الدین رحمہ اللہ، چناب نگر میں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس میں

خدمات سرانجام دیتے، مقامی سطح پر جماعت کے کام کو منظّم کرنے میں ہمیشہ فعال رہتے، حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نوراللہ مرقدہ کے مرید خاص تھے۔ 31 جنوری 2022ء کو چکڑالہ میں مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی کے بعد تنظیم نو کے موقع پر ان کو ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام چکڑالہ بنایا گیا جب کہ پیرجی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد قائد احرار نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کرکے خاندان امیر شریعت اور مجلس احرار اسلام کے ساتھ اپنے تعلق کو اور زیادہ مضبوط کیا۔ آج 19 فروری کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس (تلہ گنگ) پچنند کی دعوتی مہم کے دوران طبیعت خراب ہوگئی دل کا دورہ پڑا اور خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ذمہ داران نے اظہار تعزیت کیا جبکہ مجلس احرار اسلام ضلع میانوالی کے امیر ملک عبداللہ علوی، ڈاکٹر امتیاز حسین، عبدالخالق سجاد حسین اور دیگر کارکنان احرار نے تجہیز و تکفین سمیت نماز جنازہ میں شرکت کی۔ قائد احرار سید محمد کفیل بخاری تعزیت کے لیے چکڑالہ تشریف لائے اور بھائی شمس الدین مرحوم کے سوگوار خاندان کے تمام لواحقین و پسماندگان سے اظہار تعزیت و ہمدردی کیا۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین

☆......☆......☆

found.

مسلمانو! پرچمِ ختمِ نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر آنچ نہ آئے (امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری صاحب

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام

بمقام دارِ بنی ہاشم نزد MDA چوک مہربان کالونی ملتان

10 روزہ سالانہ ختمِ نبوت ﷺ کورس

بتاریخ 4 تا 15 مارچ 2022

حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی — دار السلام شجاع آباد

حضرت مولانا زاہد الراشدی — جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حاجی عبداللطیف خالد چیمہ

حضرت مولانا کریم بخش صاحب

حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی — ملتان

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب

حضرت مولانا ابوالکلام صدیقی

حضرت مولانا محمد مغیرہ صاحب

مفتی محمد رضوان عزیز

مفتی محمد احمد انور صاحب

حافظ عبید اللہ صاحب

حضرت مولانا مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی

قاری محمد حنیف جالندھری صاحب

حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب

حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

محمد طاہر خاکوانی

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب — ملتان

سید عطاء المنان شاہ بخاری

حضرت مولانا تنویر الحسن نقوی صاحب

حضرت مولانا محمد اکمل صاحب

عنوانات

عقیدہ ختم نبوت اور قادیانی شبہات • حیات عیسیٰ • مقام صحابہ اور عجمی اعتراضات
مطالعہ تاریخ کے راہنماء اصول • عقیدہ امامت و نبوت اور امام مہدی • مکالمہ بین المذاہب
انکار ختم نبوت کی نئی شکلیں • اسلام میں مرتدین کی شرعی حیثیت • سنت و حدیث کی شرعی حیثیت
انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں کی تاریخ • تاریخ احرار اور محاسبہ قادیانیت • الحاد مغرب اور الٰہیات
اقبال اور قادیانیت • علامات قیامت، دجال، یاجوج ماجوج • عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں دینی مدارس کا کردار

شرائط داخلہ

- کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک • سادہ کاغذ پر درخواست لکھ کر جمع کروائیں • شناختی کارڈ ہمراہ رکھیں
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں • طعام و قیام کا معقول انتظام ہوگا
- کورس کے اختتام پر بطور انعام قیمتی کتب کا سیٹ دیا جائیگا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اضافی انعامات سے نوازا جائیگا

کلاسز صبح تا عصر • عوامی نشست روزانہ مغرب تا عشاء ہوگی

جید علماء کرام، مشائخ عظام، شیوخ الحدیث، مناظرین، ریسرچ اسکالر، ماہر قانون دان لیکچر دیں گے

برائے رابطہ
ڈاکٹر محمد آصف 0300-5922878
مفتی نجم الحق 0308-2582958

مجلس احرار اسلام پاکستان

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت

باہتمام ذکا پرنٹرز میلسی 0300-6288071

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲) ...... حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپ کے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores — 24 گھنٹے سروس — اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس